باب اول

باب اول

فرح ملک: شخصیت۔ادبی خدمات

تعارف:

فرح ملک اردو زبان و ادب کی ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے متنوع کردار کے ذریعے نہ صرف شعری و نثری روایت کو جِلا بخشی بلکہ معاشرتی و سماجی سطح پر بھی اپنی خدمات کی ایک منفرد پہچان قائم کی۔ وہ پاکستان کے علمی و تہذیبی منظر نامے میں ایک معتبر حوالہ ہیں۔ چکوال کی ادبی فضا اور علمی روایت نے ان کے فکر و فن کو وہ آبیاری بخشی جس کے نتیجے میں وہ ایک خوش فکر شاعرہ، بالغ نظر ادیبہ، حساس سماجی کارکن اور منفرد لب و لہجے کی براڈ کاسٹر کے طور پر ابھریں۔

ان کی شخصیت کی دلکشی اس بات میں مضمر ہے کہ وہ محض ایک صنفِ سخن تک محدود نہیں رہیں بلکہ تدریس و صحافت کے میدان میں بھی اپنے وجود کو منوایا۔ان کی شاعری میں جہاں نسائی شعور کی لطافت جھلکتی ہے وہیں انسان دوستی، تہذیبی وقار اور جمالیاتی احساس کی ہم آہنگی بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ان کی نثر میں سنجیدگی اور شگفتگی کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے جبکہ ان کی سماجی خدمات اس بات کی غماز ہیں کہ وہ قلم کو صرف فن کا ذریعہ نہیں سمجھتیں بلکہ اسے معاشرتی اصلاح اور انسانی رشتوں کی بھلائی کے لیے بروئے کار لاتی ہیں۔

فرح ملک کی براڈ کاسٹنگ کا اسلوب نہایت دلآویز اور دل نشین ہے۔ان کی آواز میں ایک ایسا فسوں پایا جاتا ہے جو سامعین کے دلوں کو مسحور کر دیتا ہے۔ان کی گفتگو میں تہذیبی وقار، ادبی شعور اور صحافتی بصیرت یکجا ہو کر جلوہ گر ہوتی ہے۔ان کی خدمات اس بات کا اعلان ہیں کہ وہ اردو زبان کی نمائندہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عہد ساز فنکارہ اور انسان دوست کارکن بھی ہیں، جو اپنی ذات کو اپنے عہد کے مسائل اور تقاضوں کے ساتھ جوڑ کر دیکھتی ہیں۔

پیدائش اور ابتدائی حالات:

فرح ملک کا شمار اُن شخصیات میں ہوتا ہے جن کے فکری و تخلیقی رویوں کی جڑیں نہ صرف ان کے خاندانی ماحول میں پیوستہ ہیں بلکہ ان کی ابتدائی تربیت اور تعلیم کا پس منظر بھی ایک معتبر اور روایت پسند علمی و دینی ماحول سے جڑا ہوا ہے۔ وہ 20 جنوری 1960ء کو پنجاب کے تاریخی اور ادبی طور پر اہم شہر چکوال میں پیدا ہوئیں۔ ان کا تعلق علوی سادات کے اُس خانوادے سے ہے جو اپنی نجابت، شرافت، تدین اور علم دوستی کے باعث پہچانا جاتا ہے۔

ان کے والد محترم، جناب کرم شاہ علوی، ایک صاحبِ نظر اور تدریس سے وابستہ فرد تھے جنہوں نے علم و حکمت کی روشنی نہ صرف اپنے طلبہ میں بانٹی بلکہ اپنی اولاد کی فکری تشکیل میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ والدہ بھی ایک بلند فکر اور تربیت یافتہ خاتون تھیں، جن کی گود میں فرح ملک نے نہ صرف خاندانی تہذیب و تمدن کا شعور پایا بلکہ علم اور شائستگی کے ابتدائی نقوش بھی جذب کیے۔

فرح ملک کو اپنے خاندانی پس منظر میں وہ گہوارہ نصیب ہوا جو فکری ہم آہنگی، خاندانی یگانگت اور تعلیم و شعور کی روایات سے لبریز تھا۔ پانچ بہن بھائیوں کے درمیان پرورش پانے والی فرح ملک نے بچپن ہی سے ایک ایسے علمی و تہذیبی ماحول کا مشاہدہ کیا جس میں مکالمہ، بصیرت اور مثبت اقدار کی خوشبو رچی بسی تھی۔ ان کے چار بھائی اور ایک بہن اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور قانون، تعلیم، ذرائع ابلاغ اور تجارت جیسے مختلف شعبوں سے وابستہ ہیں۔ یہ تنوع اس بات کا مظہر ہے کہ ان کا خانوادہ محض روایت پرست نہیں بلکہ عملی زندگی کے ہر میدان میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے والا ہے۔

یوں فرح ملک کا فکری شعور اور ادبی ذوق ایک ایسے گھرانے کی فضاؤں میں پروان چڑھا جہاں علم و ادب کا چراغ روشن تھا اور سماجی شعور کی شمع ہر وقت فروزاں رہتی تھی۔ یہی وہ ماحول تھا جس نے ان کے اندر مطالعہ و مشاہدہ کی پیاس کو بیدار کیا، انسانی رشتوں کی معنویت کو اجاگر کیا اور فنونِ لطیفہ کے ذوق کو جِلا بخشی۔ ان کی شخصیت میں جو ہمہ جہتی اور فکری وسعت نظر آتی ہے وہ اسی خاندانی تربیت اور علمی فضاء کا فیضان ہے۔ درحقیقت، یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ فرح ملک کی ادبی بالیدگی اور سماجی بصیرت اسی متوازن اور روشن فکر ماحول کی مرہونِ منت ہے جو ان کی فطرت اور فن دونوں کے لیے زرخیز زمین ثابت ہوا۔

تعلیم:

فرح ملک کی ازدواجی زندگی بھی ان کی علمی، فکری اور تہذیبی شخصیت کے تسلسل کی ایک جہت ہے۔اُن کا عقد افتخار اشرف ملک سے ہوا، جو نہ صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ اور متمول کاروباری پس منظر سے تعلق رکھتے تھے بلکہ فہم وفراست کے حامل بھی تھے۔ یہ ازدواجی رشتہ محض خانگی بندھن تک محدود نہ رہا، بلکہ فکری ہم آہنگی، عملی اشتراک اور تعلیمی تسلسل کی ایک پُراثر مثال بھی بن گیا۔اس رشتے کی بنیاد میں محبت اور احترام کے ساتھ ساتھ ،ایک ایسی فضا بھی قائم رہی جس میں علمی نمو اور ذاتی تشخص کو دبنے کے بجائے فروغ ملا۔

شادی کے بعد بھی فرح ملک نے اپنی علمی پیاس کو بجھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔افتخار ملک اور ان کے خاندان نے ان کے تعلیمی عزائم کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ عملی طور پر سہولیات بھی فراہم کیں۔ چنانچہ انہوں نے شادی کے بعد ماسٹرز ان بزنس ایڈمنسٹریشن (MBA) کی ڈگری حاصل کی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی علمی جستجو محض شادی سے پہلے کی خواہش نہیں تھی بلکہ یہ اُن کی ذات کا مستقل اور گہرا رویہ تھا۔

فرح ملک کی خانگی زندگی ایک مثالی توازن اور فکری ہم آہنگی کا حسین مرقع ہے، جہاں محبت، اخلاق اور تربیت کے رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔ان کی شخصیت نے نہ صرف معاشرتی سطح پر اپنی انفرادیت قائم کی بلکہ اپنی گھریلو زندگی کو بھی علم و عمل کی اقدار سے مزین رکھا۔یہی وجہ ہے کہ ان کے دونوں صاحبزادے، حسن افتخار اور حمزہ افتخار، ایک ایسے علمی و تہذیبی ماحول میں پروان چڑھے جس میں کردار سازی، علمی جستجو اور تخلیقی اظہار بنیادی عناصر کی حیثیت رکھتے تھے۔

حسن افتخار نے اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرونِ ملک کا رخ کیا اور سکاٹ لینڈ کی معروف گلاسگو یونیورسٹی سے فرانزک سائنس میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ یہ انتخاب نہ صرف ان کے علمی ذوق کی عکاسی کرتا ہے بلکہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ فرح ملک نے اپنی اولاد کو صرف روایت کی پیروی پر مجبور نہیں کیا بلکہ انہیں آزاد فکری اور جدید تقاضوں کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ دوسری جانب، حمزہ افتخار نے میڈیا اور ایڈورٹائزنگ جیسے تخلیقی اور جدید میدان کو اپنایا، جو عصرِ حاضر کے رجحانات اور ابلاغی ضرورتوں کے ساتھ ہم آہنگی کا مظہر ہے۔

یوں ان کے دونوں صاحبزادے اپنی والدہ کی اس تعلیمی و اخلاقی میراث کے امین ہیں جو محض کتابی علم تک محدود نہیں بلکہ عملی زندگی کی وسعتوں میں جھلکتی ہے۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ فرح ملک کی خانگی زندگی روایتی ازدواجی تجربے سے کہیں

آگے بڑھ کر ایک فکری اور تہذیبی روایت کی علامت ہے، جہاں عورت محض گھر کی چار دیواری میں محدود نہیں بلکہ اپنی اولاد اور خاندان کے ذریعے معاشرتی سطح پر ایک فعال، باشعور اور مثبت کردار ادا کرتی ہے۔ ان کی گھریلو زندگی اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ عورت اگر علم و ادب اور سماجی خدمت کی نمائندہ ہو تو اس کا اثر صرف معاشرے ہی پر نہیں بلکہ نسلوں پر بھی مرتسم ہوتا ہے۔

شادی اور خانگی زندگی:

فرح ملک کی ازدواجی زندگی محض سماجی بندھن کا اظہار نہیں بلکہ فکری ہم آہنگی، تعلیمی تعاون اور شخصی ترقی کا ایک مثبت تسلسل بھی ہے۔ ان کی شادی افتخار اشرف ملک سے ہوئی جو نہ صرف علمی بصیرت کے حامل اور اعلیٰ تعلیم یافتہ فرد تھے بلکہ ایک وسیع کاروباری پس منظر کے نمائندہ بھی تھے۔ یہ رشتہ ایک ایسے ہم خیال اور ہم مزاج ساتھی کے ساتھ استوار ہوا جس نے نہ صرف فرح ملک کی تخلیقی و تعلیمی اُڑان کو سہارا دیا بلکہ اُن کے عزم و استقلال کو مزید جِلا بخشی۔

یہ بات فرح ملک کی شخصیت کے عزم و استقامت کا بین ثبوت ہے کہ انہوں نے شادی کے بعد نہ صرف تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں بلکہ ماسٹر ان بزنس ایڈمنسٹریشن (MBA) جیسے تخصصی مضمون میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اُن کے شوہر نے ان کی علمی تگ و تاز کی حوصلہ افزائی کی، اور یہی باہمی فکری اعتماد اُن کے ازدواجی تعلق کو ایک روحانی اور فکری رفاقت میں ڈھالنے کا سبب بنا۔

ان کی خانگی زندگی میں بھی تعلیم و تربیت کی اقدار مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے دو بیٹے، حسن افتخار اور حمزہ افتخار، اسی علمی اور اخلاقی فضا میں پرورش پا کر عملی دنیا میں کامیابی سے قدم رکھ چکے ہیں۔ حسن افتخار نے سکاٹ لینڈ کی معروف درسگاہ، گلاسگو یونیورسٹی، سے فرانزک سائنس میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی—جو اس امر کا غماز ہے کہ سائنسی شعور ان کی نسل میں بھی منتقل ہوا۔ دوسری جانب، حمزہ افتخار نے میڈیا اور ایڈورٹائزنگ جیسے تخلیقی اور متحرک شعبے کا انتخاب کیا، اور اپنے فنی شعور کو جدید ذرائع ابلاغ کی دنیا میں بروئے کار لایا۔

یوں فرح ملک کا خانگی دائرہ بھی محض ذاتی سکون تک محدود نہیں، بلکہ وہ ایک ایسی تربیت گاہ کی حیثیت رکھتا ہے جہاں فرد، خاندان، اور سماج تینوں سطحوں پر علم، تہذیب، اور کردار سازی کی جہتیں یکجا ہو کر ایک متوازن اور باوقار زندگی کی تشکیل کرتے ہیں۔

ملازمت و پیشہ ورانہ خدمات:

فرح ملک ایک ہمہ جہت اور ہمہ گیر شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی فکری بصیرت، ادبی نکہت، سماجی خدمات اور تخلیقی فعالیت کے ذریعے نہ صرف اپنی ذات کو معنویت بخشی بلکہ قومی و بین الاقوامی سطح پر اردو زبان، پاکستانی ثقافت اور انسانی ہمدردی کی اقدار کو فروغ دیا۔ ان کا نام آج اردو دنیا میں محض ایک شاعرہ یا ادیبہ کے طور پر نہیں لیا جاتا بلکہ وہ ایک مکمل عہد کی نمائندہ ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی کے ہر مرحلے پر مثبت کردار ادا کر کے اپنی مثال آپ قائم کی۔

خاندانی پس منظر اور ابتدائی تربیت

فرح ملک کا تعلق پاکستان کے علمی و ادبی لحاظ سے نمایاں شہر **چکوال** سے ہے، جو اپنی قدیم روایات، علمی نشستوں اور شعری محفلوں کے حوالے سے ایک منفرد پہچان رکھتا ہے۔ پانچ بہن بھائیوں کے درمیان پروان چڑھنے والی فرح ملک نے بچپن ہی سے ایک ایسا ماحول پایا جو فکری ہم آہنگی، خاندانی یگانگت اور تعلیم و تربیت کی اقدار سے لبریز تھا۔ ان کے چار بھائی اور ایک بہن قانون، تعلیم، ذرائع ابلاغ اور تجارت جیسے مختلف شعبوں سے وابستہ ہیں، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے خانوادے نے محض روایت کی پاسداری نہیں کی بلکہ عملی میدان میں اپنی قابلیت اور کردار کو بھی منوایا۔ یہی وہ ماحول تھا جس نے فرح ملک کے اندر فکری بالیدگی، مطالعہ کی جستجو اور سماجی شعور کے بیج بوئے۔

خانگی زندگی اور اولاد کی تربیت

ان کی خانگی زندگی میں بھی توازن اور فکری ہم آہنگی نمایاں رہی۔ ازدواجی تعلق صرف ذاتی سطح تک محدود نہ رہا بلکہ اس نے ان کی شخصیت کو مزید وسعت بخشی۔ ان کے دو صاحبزادے، **حسن افتخار** اور **حمزہ افتخار**، اسی تربیتی ماحول میں پروان چڑھے جہاں علم، اخلاق اور سماجی اقدار کو اولین حیثیت حاصل تھی۔ حسن افتخار نے سکاٹ لینڈ کی معروف **گلاسگو**

یونیورسٹی سے فرانزک سائنس میں ماسٹرز کیا، جب کہ حمزہ افتخار نے میڈیا اور ایڈورٹائزنگ جیسے تخلیقی اور جدید میدان کو اپنایا۔ یہ انتخاب اس بات کا ثبوت ہے کہ فرح ملک نے اپنی اولاد کو صرف تقلیدِ روایت پر مجبور نہیں کیا بلکہ ان کے لیے فکری آزادی، جدید تقاضوں کے مطابق تعلیم اور خود مختارانہ فیصلے کرنے کی گنجائش بھی فراہم کی۔ ان کی خانگی زندگی اس حقیقت کا اعلان ہے کہ عورت محض گھر کی چار دیواری میں قید نہیں بلکہ نسلوں کی تربیت کے ذریعے سماج کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

پیشہ ورانہ سفر: خدمت اور تخلیق کا امتزاج

فرح ملک کی پیشہ ورانہ زندگی ایک متنوع اور وسعت پذیر سفر ہے۔ انہوں نے ملازمت کو محض ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ اسے ایک **فکری، تخلیقی اور سماجی خدمت کا منصب** سمجھا۔ ان کے عملی سفر کی ابتدا **یونیسف (UNICEF)** کے ایک منصوبے سے ہوئی، جو خواتین کی فلاح و ترقی کے لیے ترتیب دیا گیا تھا۔ اس ادارے میں کام کرتے ہوئے وہ صرف ایک ملازمہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک فعال **سماجی کارکن** کے طور پر سامنے آئیں، جنہوں نے زمینی سطح پر خواتین کی زندگیوں کو بہتر بنانے کی سعی کی۔

اس کے بعد انہوں نے جرمن تنظیم **فریڈرک ناؤمن فاؤنڈیشن** (Friedrich Naumann Foundation) میں شمولیت اختیار کی۔ یہ ادارہ سیاسی تربیت، جمہوری شعور اور انسانی آزادی کے فروغ پر کام کرتا ہے۔ یہاں ان کی وابستگی ان کی بین الاقوامی فکری رسائی کی مظہر ہے۔ اس تجربے نے نہ صرف ان کے افکار کو وسعت بخشی بلکہ انہیں عالمی سطح پر ترقی پسند اقدار اور انسانی حقوق کی تحریکوں سے قریب کر دیا۔

وزارتِ سائنس و ٹیکنالوجی کا منصوبہ

ان کی پیشہ ورانہ زندگی کا سب سے نمایاں اور دور رس منصوبہ وزارتِ سائنس و ٹیکنالوجی کے تحت شروع ہونے والا "Income Generating Project for Women" تھا۔ اس منصوبے کے تحت فرح ملک نے پانچ برس تک پاکستان کے طول و عرض کا سفر کیا۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخوا، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کے دیہات اور قصبوں تک رسائی حاصل کی، اور وہاں کی خواتین کو ہنر، خود اعتمادی اور معاشی خود مختاری کی طرف مائل

کیا۔ وہ محض دفتر کی حدود تک محدود نہیں رہیں بلکہ عوامی سطح پر خواتین کے ساتھ جڑ کر کام کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بے شمار خواتین نے نہ صرف ہنر سیکھا بلکہ اپنے گھروں کی معاشی حالت سدھارنے میں بھی کامیابی حاصل کی۔ یہ خدمات فرح ملک کو محض ایک سرکاری منصب دار نہیں بلکہ **خواتین کی حقیقی رہنما** اور **سماجی معمار** کے طور پر متعارف کراتی ہیں۔

عالمی سفر اور برطانیہ میں خدمات

اس بھرپور قومی خدمت کے بعد فرح ملک اپنے خاوند کے ہمراہ برطانیہ منتقل ہو گئیں۔ یہاں ان کے فکری و تخلیقی سفر نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ سکاٹ لینڈ کے شہر گلاسگو میں انہوں نے **"آواز ایف ایم "** سے بطور براڈکاسٹر وابستگی اختیار کی۔ ان کا پروگرام **"یادوں کا سفر پاکستان "** سامعین میں غیر معمولی مقبول ہوا۔ یہ پروگرام صرف ایک ریڈیو نشریہ نہیں تھا بلکہ پاکستان اور مغرب کے درمیان ایک **ثقافتی پل** کی حیثیت رکھتا تھا۔ برطانیہ، امریکہ، کینیڈا اور یورپ کے اردو بولنے والے افراد کے لیے یہ پروگرام ایک روحانی اور تہذیبی رشتہ قائم کرتا تھا، جو انہیں اپنے وطن، اپنی زبان اور اپنی ثقافت سے جوڑتا تھا۔

ادبی خدمات اور ثقافتی نمائندگی

فرح ملک نے مختلف ادبی مشاعروں، سیمینارز اور ثقافتی پروگراموں کا انعقاد کیا۔ وہ نہ صرف خود اردو زبان میں تخلیق کرتی رہیں بلکہ مغربی دنیا میں مقیم نئی نسل کو اردو ادب اور پاکستانی تہذیب سے روشناس کرانے میں بھی سرگرم رہیں۔ ان کی محفلیں محض مشاعرے نہیں ہوتیں بلکہ ایک **ثقافتی تجربہ** ہوتی تھیں، جن میں شاعری، موسیقی، مکالمہ اور فکر یکجا ہو کر جلوہ گر ہوتے تھے۔ وہ اپنی تخلیقی اور سماجی خدمات کے ذریعے **اردو کی عالمی سفیر** بن گئیں۔

فکری جہتیں اور تخلیقی شعور

ان کی شاعری میں عورت کی ذات، سماجی شعور اور عصری مسائل کا عکاس لہجہ نمایاں ہے۔ وہ نہ صرف نسائی شعور کی نمائندہ ہیں بلکہ انسانی رشتوں، محبت، ہمدردی اور اخلاقی اقدار کو بھی اپنے فن کا مرکز بناتی ہیں۔ ان کی نثر میں ایک ایسا

توازن ہے جو شگفتگی اور سنجیدگی کو یکجا کرتا ہے۔ وہ زبان کے سادہ مگر پر اثر استعمال کی قائل ہیں، جس کی بدولت ان کی تحریریں قاری کے دل میں اتر جاتی ہیں۔

یوں فرح ملک کی حیات اور خدمات ایک مکمل اور متوازن تصویر پیش کرتی ہیں۔ وہ شاعرہ بھی ہیں اور ادیبہ بھی؛ سماجی کارکن بھی ہیں اور براڈکاسٹر بھی؛ ماں بھی ہیں اور استاد بھی۔ ان کی زندگی اس حقیقت کی غماز ہے کہ عورت اگر علم، شعور اور خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے تو وہ محض اپنے خاندان یا اپنے معاشرے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ایک مثبت اور دیرپا اثر ڈال سکتی ہے۔

ادبی خدمات:

فرح ملک کی ادبی شخصیت ایک ہمہ جہت اور احساسات سے لبریز تخلیقی وجود کا عکس ہے، جو نظم و نثر دونوں میدانوں میں پوری توانائی، اخلاص اور فکری پختگی کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہے۔ انہوں نے اردو ادب میں جس داخلی صداقت، جذباتی سچائی اور تہذیبی شعور کو اپنے قلم کا حصہ بنایا، وہ ان کے فکری افق کی وسعت اور تخلیقی دیانت کی دلیل ہے۔

ان کا پہلا شعری مجموعہ "*اک لمبی جدائی*" ایک گہری داخلی کیفیات اور وجودی تجربات کا اظہاریہ ہے۔ یہ مجموعہ محض شعری اظہار نہیں بلکہ ایک تہہ دار جمالیاتی اور روحانی تجربہ ہے، جو اُن کے اس ذاتی کرب اور حوصلے کی ترجمانی کرتا ہے جس سے وہ کینسر جیسے مہلک مرض کے دوران گزریں۔ ان اشعار میں زندگی سے وابستہ عارضیت، جدائی، فنا، اور صبر جیسے موضوعات نمایاں طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک طرف بیماری کی شدت ہے تو دوسری طرف روحانی اطمینان اور داخلی تسلیم کا احساس، جو اُن کے شعورِ فنا اور شعورِ زیست دونوں کو ایک ساتھ مجسم کر دیتا ہے۔

دوسرا شعری مجموعہ "*اجازت تم کو دیتی ہوں*" اُن کی ایک نظم سے ماخوذ ہے جو انہوں نے اپنے جیون ساتھی کے نام اس وقت لکھی جب اُن کی صحت کی حالت نازک تھی اور وہ بلڈ ٹرانسفیوژن جیسے مرحلے سے گزر رہی تھیں۔ اس نظم میں محبت، وفا، جدائی اور بے بسی جیسے جذبے اس لطافت اور شدت سے بیان ہوئے ہیں کہ قاری کے دل میں ایک درد

انگیز ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں شاعری کسی فنکارانہ کرتب کا نام نہیں، بلکہ ایک شخصی اور باطنی سچائی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، جس کا ہر مصرعہ زندگی کی ناپائیداری اور محبت کی پائیداری کا تضاد لیے ہوئے ہے۔

ان کی نثری تصنیف *"یادوں کا سفر پاکستان"* اردو ادب کی اُن تحریروں میں شامل کی جاسکتی ہے جو ذاتی مشاہدے، قومی شعور، اور تہذیبی وابستگی کے امتزاج سے تشکیل پاتی ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف سوانحی رنگ رکھتی ہے بلکہ ایک طرح کی ثقافتی دستاویز بھی بن گئی ہے، جو انہوں نے ریڈیو گلاسگو سے نشر ہونے والے اپنے پروگرامز کی بنیاد پر ترتیب دی۔ ان پروگرامز کے ذریعے انہوں نے پاکستان کی تہذیب، تاریخ، ادب، فنون اور انسانی تعلقات کی خوشبو کو دیارِ غیر میں بسنے والے پاکستانیوں تک پہنچایا۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس میں دیاسپورا ادب کی ایک مخصوص جہت، یعنی شناخت، یاد، قربت، اور ثقافتی ربط کے عناصر واضح طور پر جلوہ گر ہیں۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن اور پاکستان اکیڈمی آف لیٹرز جیسے مقتدر اداروں نے اس کتاب کو نہ صرف سراہا بلکہ اسے ادبی میلوں میں شامل کر کے اردو ادب کی نئی نسل تک پہنچانے کا ذریعہ بھی بنایا۔ اس اعزاز کے ذریعے یہ واضح ہوتا ہے کہ فرح ملک کی نثر محض ذاتی تاثرات کا بیان نہیں، بلکہ ایک ادبی دستاویز کی حیثیت اختیار کر چکی ہے جس میں انفرادی تجربہ اجتماعی تہذیبی شعور سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔

یوں فرح ملک کا ادبی سفر اردو ادب کی اُس روایت کا تسلسل ہے جس میں ذات، کائنات، غمِ جاناں اور غمِ دوراں سب ایک دوسرے سے پیوست ہو کر تخلیقی وحدت میں ڈھل جاتے ہیں۔ ان کی شاعری اور نثر، دونوں میں ایک ایسی نسائی جمالیات اور فکری وقار پایا جاتا ہے جو اردو کی ادبی فضا کو نہ صرف نیا اسلوب دیتا ہے بلکہ نئے فکری زاویے بھی عطا کرتا ہے۔

دیگر ادبی مصروفیات:

فرح ملک کا قلم صرف شعری اظہار تک محدود نہیں رہا بلکہ انہوں نے اردو نثر کے مختلف اصناف میں بھی بھرپور تخلیقی جوہر دکھایا۔ ان کی تحریریں زندگی کے تجربات، سماجی مشاہدات اور ثقافتی حوالوں کی آئینہ دار ہیں، جو قاری کو فکرانگیزی

اور جذباتی ہم آہنگی دونوں کی کیفیت عطا کرتی ہیں۔ان کی چند نثری کتب زیرِاشاعت ہیں، جن میں" *حاضری سے بٹی تک* "، " *سماعِ قوالی* " ،اور" *سچی کہانیاں* " شامل ہیں۔ان کتب کے موضوعات نہ صرف فکری تنوع کے حامل ہیں بلکہ اردو ادب میں انفرادیت کے ساتھ خواتین کے نقطۂ نظر، روحانیت، اور ثقافتی بیانیے کو نمایاں کرتے ہیں۔

" *حاضری سے بٹی تک* " غالباًایک علامتی اور استعارتی بیانیہ ہے جو خواتین کی زندگی، ان کے روحانی اور سماجی سفر، اور روایت سے جدت کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کا تخلیقی اظہار ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب، عنوان ہی سے، نسائی شعور، شخصی تجربے اور معاشرتی حیثیت کی تبدیلی کا اشاریہ بن جاتی ہے۔

" *سماعِ قوالی* " جیسا عنوان ان کی فکری وسعت اور ثقافتی شعور کا عکاس ہے۔ یہ کتاب قوالی جیسے روحانی و فنی مظہر کے مختلف جہات—اس کے صوفیانہ مضمرات، شعری محاسن، اور جمالیاتی اثرات—کا تنقیدی و ادبی مطالعہ پیش کر سکتی ہے، جو اردو ادب میں موسیقی اور صوفیانہ اظہار کے ربط کو سمجھنے کے لیے ایک اہم اضافہ ہوگا۔

" *سچی کہانیاں* " کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ اُن تجربات اور مشاہدات پر مبنی ہوگا جو زندگی کے حقیقی رنگوں کو بے ساختگی سے پیش کرتے ہیں۔ یہ کہانیاں نہ صرف ایک فرد کی زندگی کی تصویریں ہوں گی بلکہ وہ پوری نسل، طبقے، یا معاشرے کی جھلک بھی پیش کریں گی—ایسی سچائیاں جو افسانے سے زیادہ حقیقت لگتی ہیں، اور حقیقت جو افسانے سے زیادہ متاثر کن بن جاتی ہے۔

اس کے علاوہ فرح ملک اردو کے مختلف ادبی رسائل و جرائد میں بھی اپنی فکری موجودگی کا احساس دلاتی رہی ہیں۔ان کے مضامین، کالم، اور افسانے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں، جو ان کی فکری پختگی، عصری شعور، اور زبان و بیان پر گرفت کا واضح ثبوت ہیں۔ان کی نثر میں روانی، شائستگی، اور فکری تجزیہ کا امتزاج پایا جاتا ہے، جس کی بدولت ان کا نام ان ادیباؤں میں شمار کیا جاسکتا ہے جو اپنی تخلیق کے ذریعے نہ صرف صنفِ نازک کی ترجمانی کرتی ہیں بلکہ اردو ادب کو فکری و جمالیاتی وسعت عطا کرتی ہیں۔

سماجی خدمات:

فرح ملک کی شخصیت کا ایک نہایت درخشاں اور قابلِ توجہ پہلوؤں کی **سماجی فعالیت** ہے۔ یہ فعالیت محض نمائشی خیرات یا سطحی نوعیت کے فلاحی اقدامات تک محدود نہیں رہی بلکہ ایک منظم، بامقصد اور دیرپا اثرات مرتب کرنے والے **فلاحی و تربیتی نظام** کی شکل میں سامنے آئی۔ ان کے نزدیک سماجی خدمت ایک ذمہ داری اور فکری عہد کا درجہ رکھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عملی سطح پر ایسے ادارے اور منصوبے تشکیل دیے جنہوں نے معاشرے کے بنیادی ڈھانچے پر مثبت اثر ڈالا۔

اسی جذبے کے تحت انہوں نے "ARYED" (Association for Rural Youth & Environmental Development) کے نام سے ایک غیر سرکاری تنظیم قائم کی۔ اس ادارے کی بنیاد دراصل اس گہری بصیرت پر رکھی گئی تھی کہ کسی بھی قوم کی ترقی محض تعلیمی ڈگریوں کے حصول میں پوشیدہ نہیں ہوتی بلکہ اس کا اصل انحصار نوجوان نسل کی **عملی تربیت، فکری وسعت اور قومی تشخص کے شعور** پر ہوتا ہے۔ فرح ملک نے بخوبی جان لیا تھا کہ نوجوان محض مستقبل کے معمار نہیں بلکہ حال کے فعال کردار بھی ہیں، اور اگر ان کی صلاحیتوں کو درست سمت دی جائے تو وہ معاشرے کی تشکیلِ نو میں سنگِ میل ثابت ہو سکتے ہیں۔

ARYED کی سرگرمیوں نے نوجوانوں کے اندر ایک نئی آگہی پیدا کی۔ اس ادارے نے نہ صرف **تعلیمی آگاہی اور فکری شعور** کو فروغ دیا بلکہ انہیں قومی وحدت اور علاقائی ہم آہنگی کے عملی تجربات سے بھی روشناس کرایا۔ مختلف **ایکسچینج پروگرامز** کے ذریعے نوجوانوں کے وفود کو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد سے لے کر بلوچستان، خیبر پختونخوا، گلگت بلتستان اور دیگر پسماندہ و دور دراز علاقوں تک لے جایا گیا۔ ان مطالعاتی و تربیتی دوروں نے نوجوانوں کو ایک ایسی حقیقت سے روشناس کیا جو محض کتابوں یا رسمی نصاب سے حاصل نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہاں وہ مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں سے ملے، مقامی مسائل کو براہِ راست محسوس کیا، اور بین الثقافتی میل جول کے ذریعے **سماجی ہمدردی اور قومی وحدت** کا عملی سبق سیکھا۔

یہ سرگرمیاں محض رسمی تربیتی نشستیں نہیں تھیں بلکہ ایک **تعمیری و تبدیلی عمل** کا حصہ تھیں۔ نوجوانوں نے ان تجربات کے ذریعے نہ صرف اپنی فکری بصیرت کو وسعت دی بلکہ اپنے اندر وہ اخلاقی جرات اور سماجی ذمہ داری بھی پیدا کی جو ایک باخبر اور بامقصد شہری کے لیے ناگزیر ہے۔ ان پروگرامز کے اثرات دوررس تھے: نوجوانوں میں ایک ایسا شعور پیدا ہوا جس نے انہیں اپنے علاقوں کے مسائل کو قومی تناظر میں دیکھنے پر آمادہ کیا، اور اس طرح ایک ہمہ گیر قومی وحدت کے تصور کو عملی جامہ پہنایا۔

فرح ملک کی یہ کاوش محض ایک سماجی سرگرمی نہیں بلکہ ایک **فکری و تہذیبی تحریک** کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں اردو ادبی روایت سے جڑی ہوئی وہ نظریاتی گہرائی بھی جھلکتی ہے جس کے مطابق فرد کی اصلاح ہی قوم کی اصلاح کا پہلا قدم ہے۔ انہوں نے اپنی ادبی حساسیت کو عملی بصیرت کے ساتھ جوڑ کر نوجوان نسل کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جو انہیں صرف تعلیم یافتہ ہی نہیں بلکہ **باخبر، باکردار اور باعمل انسان** بنانے کی سمت لے گیا۔

یوں ARYED کی صورت میں فرح ملک نے ایک ایسا ادارہ تخلیق کیا جو وقت کی ضرورت اور سماج کی اصلاح دونوں کا حسین امتزاج ہے۔ یہ ادارہ آج بھی اُن کی بصیرت اور ان کی سماجی ذمہ داری کا ایک زندہ استعارہ ہے، جو اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ اگر فرد اپنی صلاحیتوں کو اجتماعی بھلائی کے لیے وقف کر دے تو معاشرتی تبدیلی محض خواب نہیں رہتی بلکہ ایک حقیقت بن جاتی ہے۔

ادبی اساتذہ:

فرح ملک کے ادبی سفر کی بنیاد اُن کے والدِ محترم نے رکھی، جو نہ صرف ایک شفیق باپ تھے بلکہ ایک صاحبِ ذوق مربی، معلم اور اوّلین نقّاد کا درجہ بھی رکھتے تھے۔ انہوں نے بچپن سے ہی اپنی صاحبزادی کی تخلیقی کاوشوں کو حوصلہ دیا، اُن کی ابتدائی تخلیقات کی اصلاح کی اور اُن کے ادبی ذوق کو نکھارنے کے لیے رہنمائی فراہم کی۔ یہی ابتدائی تربیت آگے چل کر فرح ملک کی شاعری میں ایک ایسے **فکری توازن، فصاحتِ اظہار اور تہذیبی شائستگی** کے روپ میں سامنے آئی جس نے اُن کے تخلیقی اسلوب کو مخصوص شناخت عطا کی۔

ادب کے اس ذوق نے جلد ہی انہیں ادبی محفلوں، مشاعروں اور فکری نشستوں تک پہنچادیا، جہاں ان کی تخلیقات کو توجہ اور پذیرائی حاصل ہوئی۔ان کی شاعری میں نسائی احساس کا لطیف لمس بھی جھلکتا ہے اور انسانی رشتوں کی معنویت بھی۔یہی سبب ہے کہ ان کا کلام محض غنائی یا جمالیاتی اظہار تک محدود نہیں رہتا بلکہ انسانی دردمندی، عصری شعور اور زندگی کی جدلیات کو بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ان کے ہاں عورت کی ذات ایک جیتی جاگتی حقیقت کے طور پر ابھرتی ہے—— محض رومانویت کا استعارہ نہیں بلکہ ایک ایسی شخصیت کے طور پر جو کرب، مزاحمت اور امید کے متنوع تجربات سے گزرتی ہے۔

فرح ملک کی شاعری کا ایک اہم پہلو **جرأتِ اظہار** ہے۔وہ معاشرتی تضادات، عورت کے وجودی مسائل اور انسانی رشتوں کی پیچیدگیوں پر کھل کر بات کرتی ہیں۔ان کی نظموں اور غزلوں میں جہاں حسنِ ترتیب اور تخلیقی ندرت موجود ہے، وہیں فکری بصیرت کی روشنی بھی قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔یہی انفرادیت ان کی شاعری کو محض ادبی روایت کا تسلسل نہیں بلکہ ایک تخلیقی انقلاب کی طرف لے جاتی ہے، جس میں روایت اور جدت کا حسین امتزاج جلوہ گر ہے۔

تاہم، فرح ملک کا فن صرف شاعری تک محدود نہیں رہا۔انہوں نے نثر میں بھی اپنے خیالات کو بیان کیا، ریڈیو نشریات کے ذریعے اردو زبان وادب کی ترویج کی، اور این جی او کے پلیٹ فارم سے نوجوانوں اور خواتین کی تربیت کا بیڑا اٹھایا۔ یوں ان کا ہر میدان میں داخلہ محض رسمی موجودگی نہیں بلکہ ایک **فکری اور معنوی اثر انگیزی** کے طور پر سامنے آیا۔ان کے ہاں لفظ محض لفظ نہیں بلکہ زندگی کے تلخ و شیریں تجربات کا عطر ہے، جو دل کو چھو لینے والی سچائی کے ساتھ قاری تک پہنچتا ہے۔

ان کا اسلوب داخلی سچائی اور خارج کی حقیقتوں کے بیچ ایک زندہ رشتہ قائم کرتا ہے۔وہ اپنی ذات کے تجربات کو محض ذاتی احساسات تک محدود نہیں کرتیں بلکہ انہیں اجتماعی شعور کے آئینے میں ڈھال کر پیش کرتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کا بیانیہ قاری کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے فکر کو بھی جھنجھوڑ دیتا ہے۔ان کے کلام میں امید،

محبت، انسان دوستی اور اخلاقی قدریں اس شدت کے ساتھ موجود ہیں کہ وہ اردو ادب میں ایک نمایاں اور منفرد آواز کے طور پر پہچانی جاتی ہیں۔

ادبی شخصیات کی آراء

اردو شاعری میں ہمیشہ سے فرد کی داخلی کیفیات اور اجتماعی شعور کے درمیان ایک لطیف رشتہ کارفرما رہا ہے۔ حقیقی فنکار وہی ہے جو اپنے ذاتی تجربات کو اس انداز میں پیش کرے کہ وہ قاری کے ذاتی احساسات کا بھی حصہ بن جائیں۔ فرح ملک اسی روایت کی ایک معتبر آواز ہیں جنہوں نے اپنے تخلیقی اظہار میں ذات اور کائنات کے درمیان ایک ایسا توازن قائم کیا ہے جو ان کے کلام کو محض انفرادی اظہار تک محدود نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے اجتماعی سطح پر معنویت عطا کرتا ہے۔ یہی خصوصیت ان کے شعری سفر کو دیگر ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہے۔

ڈاکٹر ناہید تبسم رقم طراز ہیں کہ:

> "فرح ملک کی شاعری میں ذاتی تجربات کو اس حسن اور توازن سے نظم کیا گیا ہے کہ وہ ایک فرد کی داخلی کیفیات سے نکل کر اجتماعی شعور کا روپ دھار لیتی ہے۔ 'اجازت تم کو دیتی ہوں' محض نظم نہیں بلکہ ایک عہد کا نوحہ ہے۔"(۱)

ہجرت صرف زمین کی سرحدیں پار کرنے کا نام نہیں بلکہ دل و دماغ کی کیفیات اور یادوں کے کٹھن سفر کا عنوان بھی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے وطن سے دور جا بسے تو اس کے وجود کا ایک حصہ ہمیشہ ماضی کی گلیوں، چہروں اور مناظر سے جڑا رہتا ہے۔ یہی احساس تارکینِ وطن کے اندر ایک مستقل کرب، اپنائیت کی جستجو اور یادوں کی لہر کو جنم دیتا ہے۔ ادب نے ہمیشہ اس کرب کو اپنی زبان دی ہے اور فرح ملک نے اپنی نثری تصنیف *یادوں کا سفر پاکستان* میں اس جذباتی سرزمین کو نہایت نفاست سے الفاظ کا پیکر عطا کیا ہے۔ ڈاکٹر نسرین احمد، شعبہ اردو، خواتین یونیورسٹی، راولپنڈی اس حوالے سے کہتی ہیں:

"فرح ملک نے اپنی نثری کتاب 'یادوں کا سفر پاکستان' میں جس انداز سے تارکین وطن کی جذباتی یادوں کو لفظوں میں سمیٹا ہے، وہ ایک مؤرخانہ، جذباتی اور ادبی رویے کی حسین آمیزش ہے۔"(۲)

اردو ادب کی تاریخ میں وہ شخصیات نمایاں مقام رکھتی ہیں جنہوں نے محض تخلیقی اظہار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنے جوہر منوائے۔ ایسی ہستیاں ادب کو صرف کتابی صفحات تک محدود نہیں رہنے دیتیں بلکہ اسے عملی زندگی کی معنویت سے جوڑتی ہیں۔ فرح ملک انہی نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے شاعری، ریڈیو نشریات، تدریس اور سماجی خدمت کو یکجا کر کے اپنی ذات کو ایک زندہ روایت کی صورت میں ڈھالا۔ ان کی ہمہ گیری نہ صرف انفرادی کمال کی عکاس ہے بلکہ اردو کی نسائی روایت کو ایک نیا وقار اور نیا تنوع بھی عطا کرتی ہے۔

افتخار عارف اس حوالے سے فرماتے ہیں

"فرح ملک کی شخصیت خود ایک زندہ روایت ہے — شاعری، ریڈیو، تعلیم، اور سماجی خدمت میں ان کی ہمہ گیری اردو کی نسائی روایت کو ایک نیا وقار عطا کرتی ہے۔"(۳)

ریڈیو ہمیشہ سے محض ایک ابلاغی ذریعہ نہیں رہا بلکہ دلوں کو جوڑنے، یادوں کو تازہ کرنے اور تہذیبی رشتوں کو مستحکم بنانے کا ایک لطیف وسیلہ رہا ہے۔ جب یہ وسیلہ کسی ایسے فنکار کے ہاتھوں میں آئے جو زبان و بیان کی نزاکت، تہذیب کے وقار اور انسانی جذبات کی لطافت کو برتنے کا سلیقہ جانتا ہو، تو اس کی تاثیر کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ فرح ملک کی آواز میں یہی جادو ہے — نرمی، وقار اور احساس کی وہ دھڑکن جو پردیس میں بسے دلوں کو وطن کی خوشبو سے ہم آہنگ کرتی ہے۔ ان کے ریڈیو پروگرام یادوں کا سفر نے بیرونِ ملک پاکستانیوں کو نہ صرف اپنی جڑوں سے جوڑے رکھا بلکہ وطن کے ساتھ جذباتی رشتہ مزید مضبوط کیا۔ نذیر قیصر کے مطابق:

"فرح ملک کی آواز میں تہذیب بولتی ہے، اور ان کے الفاظ میں احساس۔ ان کے ریڈیو پروگرام 'یادوں کا سفر' نے پاکستان کے بیرون ملک سامعین کو اپنے وطن سے دوبارہ جوڑنے میں جو کردار ادا کیا، وہ غیر معمولی ہے۔" (۴)

اردو شاعری میں ایسے تخلیق کار کم ہیں جو اپنے کینسر جیسے ذاتی المیے کو اس جمالیاتی وقار کے ساتھ شعر میں ڈھال سکیں جیسے فرح ملک نے 'اک لمبی جدائی' میں کیا۔ یہ ایک مکمل سوانحی شعری اظہاریہ ہے۔"

ڈاکٹر رؤف پاریکھ کے مطابق:

"اردو شاعری میں ایسے تخلیق کار کم ہیں جو اپنے کینسر جیسے ذاتی المیے کو اس جمالیاتی وقار کے ساتھ شعر میں ڈھال سکیں جیسے فرح ملک نے 'اک لمبی جدائی' میں کیا۔ یہ ایک مکمل سوانحی شعری اظہاریہ ہے۔" (۵)

پردیس میں بسنے والے اہلِ قلم کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زبان، تہذیب اور فکری روایت کو اجنبی ماحول میں کس طرح زندہ رکھ سکیں۔ ہجرت صرف جغرافیائی تبدیلی نہیں بلکہ ایک تہذیبی آزمائش بھی ہوتی ہے، جہاں اپنی زبان اور اپنے ادب کو برقرار رکھنا دراصل اپنی شناخت کی حفاظت کے مترادف ہوتا ہے۔ فرح ملک نے برطانیہ میں رہتے ہوئے یہ امتحان نہایت وقار اور استقامت سے دیا۔ انہوں نے اردو شاعری، بالخصوص نسائی تخلیقات کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ اسے ایک نئی جہت اور نیا وقار بھی عطا کیا۔ یوں ان کی یہ کاوش محض ادبی خدمت نہیں بلکہ ایک خاموش مگر مؤثر ثقافتی مزاحمت بھی ہے، جس نے اردو زبان کو پردیسی فضاؤں میں سانس لینے کا حوصلہ دیا۔

ثمینہ ناز سکاٹ لینڈ کی ادیبہ ہیں، فرماتی ہیں:

"برطانیہ میں رہتے ہوئے فرح ملک نے جس طرح اردو ادب، خاص طور پر نسائی شاعری کو زندہ رکھا، وہ صرف ادبی خدمت نہیں، بلکہ ثقافتی مزاحمت بھی ہے۔" (۶)

فرح ملک کا نام اردو ادب میں ایک ایسے باب کی حیثیت رکھتا ہے جو نسائی شعور، تہذیبی وفا، فکری عمق اور جمالیاتی احساس کو یکجا کرتا ہے۔ وہ اُن تخلیق کاروں میں شامل ہیں جنہوں نے ادب کو محض ایک فنکارانہ اظہار نہیں بلکہ زندگی کی خدمت، تہذیب کی ترجمانی، اور سماج کی بہتری کا وسیلہ سمجھا۔ ان کی ادبی کاوشیں، تربیتی سرگرمیاں، اور ریڈیو کے ذریعے اردو زبان و ثقافت کا فروغ، بلاشبہ اردو ادب کا ایک خوبصورت، باوقار اور زندہ باب ہیں۔

فرح ملک کی شخصیت نئی نسل کے لیے نہ صرف ایک مثال ہے بلکہ اردو ادب کے لیے ایک قابلِ فخر سرمایہ بھی۔ ان کی زندگی جدوجہد، حوصلے، اور مسلسل کامیابی کی داستان ہے۔

حوالہ جات

1. ناہید تبسم، ڈاکٹر، *جدید اردو شاعرات: تنقیدی مطالعہ*، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2022، ص 145۔
2. احمد، نسرین۔ "تارکینِ وطن کی نثر میں تہذیبی یادداشت"، *اردو ادب نامہ*، شمارہ نمبر 34، 2022، ص 98۔
3. افتخار عارف، خطاب، نیشنل بک فاؤنڈیشن ادبی میلہ، اسلام آباد، 2022۔
4. نذیر قیصر، انٹرویو، بی بی سی اردو، لندن، 2021۔
5. پاریکھ، رؤف۔ "شخصی اظہار سے اجتماعی کرب تک"، *اردو تنقید*، جلد 17، 2022، ص 55۔

٦. ذاتی گفتگو، مشاعرہ گلاسگو، 2023۔

باب دوم

باب دوم

فرح ملک شاعری کا موضوعاتی مطالعہ

1. حادثاتِ زندگی اور تعلقات کی شکستگی

فرح ملک کی شاعری کا ایک مرکزی موضوع زندگی کے ان حادثات کا بیان ہے جو انسان کے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ حادثے محض جسمانی دکھ تک محدود نہیں رہتے بلکہ جذباتی اور ذہنی سطح پر بھی اپنے نقوش چھوڑتے ہیں، گویا ایک مکمل وجود کو از سرِ نو متعین کر دیتے ہیں۔ شاعرہ اپنی تخلیقات میں ان ہی کربناک لمحات کو لفظوں کا پیرہن عطا کرتی ہیں جب انسان اچانک ان رشتوں سے محروم ہو جاتا ہے جو کبھی اس کی ذات کا مرکز اور اس کی زندگی کا سہارا ہوا کرتے تھے۔

ان کے اشعار میں بچھڑ جانے کی کسک، جدائی کی تلخی اور وقت کی بے رحم گردشوں کا ایسا تاثر ملتا ہے جو قاری کے دل پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ فرح ملک زندگی کے ان تجربات کو صرف ذاتی سانحات کی صورت میں بیان نہیں کرتیں بلکہ انہیں ایک اجتماعی صداقت کا روپ دیتی ہیں، جہاں ہر فرد اپنے زخموں اور محرومیوں کا عکس ان کے لفظوں میں تلاش کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری محض اظہارِ ذات نہیں بلکہ اجتماعی شعور کا آئینہ بن جاتی ہے۔

شاعری میں ان سانحات کی شدت اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تنہائی اور بے بسی کو بڑی سادگی اور گہرائی سے بیان کیا گیا ہے۔ ان کے لہجے میں مصنوعی جذباتیت نہیں بلکہ ایک حقیقی درد کی سچائی بولتی ہے، جو قاری کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ ان کے اشعار ایسے آئینے کی مانند ہیں جن میں دیکھتے ہوئے قاری کو اپنے ذاتی تجربات اور یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ یوں ان کا کلام محض پڑھا نہیں جاتا بلکہ محسوس کیا جاتا ہے، اور یہی ان کے تخلیقی اظہار کی اصل قوت ہے۔

حادثے زیست میں رونما ہو گئے

ہائے اپنے بھی ہم سے جدا ہو گئے (۱)

یہ شعر واضح کرتا ہے کہ زندگی کے نشیب و فراز کس طرح اپنوں کو بھی دور کر دیتے ہیں۔ اس میں صرف فقدان کا شکوہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک شاک اور حیرت بھی ہے کہ کیسے وہ لوگ بھی جدا ہو گئے جن سے گہرا تعلق تھا۔

جن سے گہرا تعلق تھا اپنا کبھی

مڑ کے آئے نہ وہ اک صدا ہو گئے (۲)

یہ اشعار تعلقات کی ناپائیداری اور بے ثباتی کو بیان کرتے ہیں۔ شاعرہ کے کلام میں یہ احساس غالب ہے کہ انسان اپنے قریبی رشتوں سے بھی محروم ہو سکتا ہے اور یہی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ ہے۔

2. ہجر، تنہائی اور پیار میں شکست

فرح ملک کی شاعری میں ہجر اور جدائی کے جذبات بار بار ابھرتے ہیں۔ وہ ایسے لمحات کا نہایت باریک بینی سے نقشہ کھینچتی ہیں جب انسان تنہائی کے احساس سے دوچار ہوتا ہے—ایسی تنہائی جو محض جسمانی نہیں بلکہ روحانی اور جذباتی سطح پر بھی انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ وہ یہ دکھاتی ہیں کہ تنہائی صرف اس وقت نہیں ہوتی جب کوئی فرد اکیلا ہو، بلکہ یہ احساس اس وقت بھی جنم لیتا ہے جب انسان ہجوم کے بیچ بیٹھا ہوا بھی اندر سے شدید خلا اور اجنبیت کا شکار ہو۔

ہجر کا تجربہ ان کے اشعار میں ایک داخلی کرب کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ یہ وہ کرب ہے جو بظاہر خاموش دکھائی دیتا ہے مگر اندر ہی اندر دل کو نوچ رہا ہوتا ہے، گویا دل کی گہرائیوں میں ایک چیخ دفن ہے جو لفظوں کا

روپ دھار کر قاری کے سامنے آتی ہے۔ان کی شاعری اس پوشیدہ اور اندرونی درد کو آشکار کرتی ہے جسے عام حالات میں بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

یہ تنہائی صرف جسمانی فاصلے کی کہانی نہیں بلکہ جذباتی محرومی کی وہ تصویر ہے جس میں محبت کرنے والا فرد جیتے جی موت کے لمس کو محسوس کرتا ہے۔ شاعرہ اس دکھ کو بیان کرتی ہیں کہ بعض اوقات محبت انسان کو اتنا توڑ دیتی ہے کہ وہ اپنے ہی وجود میں اجنبی بن جاتا ہے۔ یہ شکست صرف ایک فرد سے نہیں ہوتی بلکہ ایک خواب، ایک تعلق اور ایک پوری دنیا سے محرومی کا اعلان ہوتی ہے۔

یوں فرح ملک کی شاعری میں ہجر، جدائی اور تنہائی محض شخصی کیفیت نہیں بلکہ ایک ایسا استعارہ بن جاتے ہیں جو انسانی رشتوں کی ناپائیداری، خوابوں کے بکھرنے اور وجودی بے یقینی کا مظہر ہے۔ یہی ان کے فن کا امتیاز ہے کہ وہ فرد کے دکھ کو کائناتی سطح پر پہنچا دیتی ہیں، اور قاری کو اپنی ذات کے تجربات کے ساتھ جوڑ دیتی ہیں۔

یہ ہجر کے لیے قاتل ہیں ہمیں جیتے جی ہی مار گئے
ہم کب ہارے تھے دنیا سے لیکن ہم پیار سے ہار گئے (۳)

یہ شعر محبت کی شدت اور اس میں ہونے والی ہار کو واضح کرتا ہے۔ شاعرہ کا اندازِ بیان ایسا ہے کہ قاری خود کو اس درد کا حصہ محسوس کرتا ہے۔ تنہائی کے لمحے اور یادوں کا ہجوم، زندگی کو ایک ویران صحرا بنا دیتا ہے۔

ہم بیٹھے تھے تنہائی میں آباد تھی دنیا یادوں کی
تو کیوں بدلا معلوم نہیں کیوں وعدے سب بے کار گئے (۴)

فرح ملک کی شاعری میں تنہائی ایک زندہ کردار کی طرح موجود ہے، جو ہر لمحے انسان کا ساتھ دیتی ہے اور محبت کی ناکامی کو مزید گہرا کرتی ہے۔

3. رشتوں کی ناپائیداری اور جذباتی تھکن

فرح ملک کے کلام میں ایک اور نمایاں موضوع رشتوں کی ناپائیداری اور ان سے وابستہ جذباتی تھکن ہے۔ وہ اپنے شعری اظہار میں اس تلخ حقیقت کو نمایاں کرتی ہیں کہ آج کا انسان تعلق قائم کرتے ہوئے بھی خوف محسوس کرتا ہے، کیونکہ زمانے کی خود غرضیوں اور بدلتے ہوئے رویّوں نے رشتوں کو ان کے اصل خلوص اور سچائی سے محروم کر دیا ہے۔ ان کے اشعار میں یہ شکوہ بار بار سنائی دیتا ہے کہ جن رشتوں کو کبھی سکون، اعتماد اور وفا کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا، وہ اب ایک انجانے بوجھ میں بدل چکے ہیں۔ انسان کے دل میں یہ دھڑکا رہتا ہے کہ کہیں یہ رشتہ بھی وقتی نہ ہو، کہیں یہ محبت بھی سود و زیاں کی نذر نہ ہو جائے۔

شاعرہ ان کیفیتوں کو نہایت سلیقے سے اجاگر کرتی ہیں جب انسان بار بار کے دھوکوں اور جذباتی محرومیوں کے بعد تھک کر تنہائی کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ یہ تنہائی بظاہر ایک کربناک تجربہ ہے، مگر فرح ملک اسے ایک ناگزیر سچائی کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ ان کے ہاں یہ احساس نمایاں ہے کہ محبت، وفا، دوستی اور خلوص جیسے جذبے اب خواب بن چکے ہیں—ایسے خواب جنہیں دیکھنا تو ممکن ہے لیکن انہیں حقیقت کا روپ دینا دن بدن مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔

یہی ان کا اصل درد ہے، اور یہی ان کے کلام کی انفرادیت بھی۔ وہ رشتوں کی کمزوری اور جذبات کی ناپائیداری کو محض ذاتی تجربہ بنا کر پیش نہیں کرتیں بلکہ اسے ایک اجتماعی رویے کی صورت میں دکھاتی ہیں۔ یوں ان کی شاعری آج کے انسان کی اس داخلی ویرانی کا عکس ہے جو جدید تہذیبی رویّوں کا شاخسانہ ہے۔ ان کا کلام اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ فرح ملک محض ایک شاعرہ نہیں بلکہ ایک عمیق مشاہدہ رکھنے والی فنکارہ ہیں، جو زمانے کی دھڑکن کو اپنی ذات کے آئینے میں محسوس کر کے اسے تخلیقی اظہار عطا کرتی ہیں۔ شاعرہ ان جذباتی کیفیتوں کو اجاگر کرتی ہیں جب انسان رشتوں کے بوجھ سے تھک کر تنہائی کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ محبت، وفا، دوستی اور خلوص جیسے جذبات اب صرف خواب بن کر رہ گئے ہیں اور یہی شاعرہ کا درد ہے۔

نے رشتے بنانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

کہیں بھی دل لگانے سے مجھے اب خوف آتا ہے(۵)

یہ اشعار صرف ایک فرد کی داخلی کیفیت نہیں بلکہ ایک عمومی معاشرتی رویے کی عکاسی کرتے ہیں جہاں لوگ تعلق سے گھبرانے لگے ہیں۔ وہ لمحے جب انسان لوگوں کے بیچ ہو کر بھی خود کو تنہا محسوس کرتا ہے، شاعرہ کی شاعری میں شدت سے ابھرتے ہیں:

میں اتنی بھیڑ میں خود کو اکیلا پا کے روتی ہوں

اکیلے شب بتانے سے مجھے اب خوف آتا ہے(٦)

اس موضوع پر شاعرہ کا اظہارِ خیال نہایت نفسیاتی گہرائی کا حامل ہے۔ خوابوں کی کرچیاں، یادوں کا بوجھ، اور تعلقات کے بکھرنے کا دکھ فرح ملک کی شعری فضا کو گہرائی بخشتا ہے:

اچھی ہیں کرچیاں ایسی مری آنکھوں میں خوابوں کی

نے سپنے سجانے سے مجھے اب خوف آتا ہے(۷)

یہ تمام اشعار اس المیے کی نمائندگی کرتے ہیں جو انسان کو مسلسل جذباتی تھکن میں مبتلا کرتا ہے اور وہ ہر نئے رشتے میں پرانے زخموں کی بازگشت محسوس کرتا ہے۔

4. سماجی طنز و ناانصافی

فرح ملک کی شاعری میں صرف ذاتی جذبات ہی نہیں بلکہ اجتماعی شعور اور سماجی ناہمواریوں کا اظہار بھی پوری شدت کے ساتھ ملتا ہے۔ وہ اپنی نظموں اور غزلوں میں سماج کی اس طبقاتی تقسیم کو موضوع بناتی ہیں جس نے انسان کو انسان سے جدا کر دیا ہے۔ ان کے کلام میں یہ صدائے احتجاج بارہا سنائی دیتی ہے کہ دولت اور طاقت نے انصاف کے ترازو کو جھکا دیا ہے، اور محروم طبقے کی فریاد بلند ہونے کے باوجود سننے والا کوئی نہیں۔ وہ اپنی شاعری

کو محض حسنِ اظہار کا وسیلہ نہیں بناتیں بلکہ اسے ایک ایسا فکری ہتھیار بناتی ہیں جس سے معاشرتی بے حسی کو چیلنج کیا جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی بے رحمی، معاشی استحصال، اور دوہرے معیارات ان کے کلام کا نمایاں پہلو ہیں۔ وہ ان بے آواز انسانوں کو زبان دیتی ہیں جو طاقت کے کھیل میں پس رہے ہیں، جن کے خواب وقت کے جبر اور حالات کی سختیوں نے کچل دیے ہیں۔ ان کے ہاں مزدور کی محنت، عورت کی بے بسی، اور غریب کی محرومی ایسے موضوعات ہیں جو محض ہمدردی پیدا نہیں کرتے بلکہ قاری کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہیں۔ فرح ملک کا شعری احتجاج دراصل ان افراد کی نمائندگی ہے جو تاریخ کے حاشیوں پر دھکیل دیے گئے ہیں۔

یہ ایک ایسی تنقید ہے جو صرف محسوس نہیں کی جاتی بلکہ قاری کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ ان کی شاعری سماج کے اندر موجود طاقت کے عدم توازن کو بے نقاب کرتی ہے اور اس سوال کو جنم دیتی ہے کہ کیا انسانیت کا وقار صرف دولت اور اختیار کے تابع رہ گیا ہے؟ یہی وہ لمحہ ہے جہاں ان کا کلام محض ادب نہیں رہتا بلکہ ایک اجتماعی بیداری اور شعور کی تحریک میں ڈھل جاتا ہے۔

انہیں محبت میں کون ڈھالے،

دکھائی کب دیں انہیں اجالے

ضمیر جن کے ہوئے ہیں کالے،

لبوں پر ان کے لگے ہیں تالے (۸)

یہ اشعار ان افراد پر طنز ہیں جو طاقت اور اختیار کے نشے میں انسانی اقدار کو بھول چکے ہیں۔ شاعرہ یہاں نہ صرف ظلم کا نقشہ کھینچتی ہیں بلکہ اس کے خلاف احتجاج بھی کرتی ہیں۔ معاشرتی ناانصافی کے خلاف ان کا لہجہ تلخ اور دو ٹوک ہے:

نہیں ہے غیرت انہیں ذرا سی،

ہیں اونچے منصب کے چھوٹے باسی

غریب ان کے ہیں گھر کے داسی

،ہے ان کا پیغام بس اداسی (۹)

یہ اشعار معاشرے کی ناہموار تقسیم ،اونچے طبقے کی بے حسی،اور نچلے طبقے کی محرومی کا آئینہ ہیں۔ شاعرہ ان نام نہاد معززین کو بے نقاب کرتی ہیں جنہوں نے انصاف اور انسانیت کو صرف اپنے فائدے کی چیز بنا رکھا ہے:

سحر کی آئی نہیں ہے باری،

ستم کی شب کا ستم ہے جاری

عجیب منصف ہیں زر پجاری،

سنیں نہ مفلس کی گریہ زاری (۱۰)

فرح ملک کا یہ طرزِ بیان صرف احتجاج نہیں بلکہ فکری بیداری کی کوشش ہے۔ وہ قاری کے دل میں سوال اٹھاتی ہیں کہ آخر یہ دنیا کب انصاف کا چہرہ دیکھے گی؟

5. ماں کی محبت اور یاد

فرح ملک کی شاعری میں "ماں" کا تصور نہایت لطیف، جذباتی اور دلگداز انداز میں ابھرتا ہے۔ وہ ماں کو محض ایک حیاتیاتی رشتہ نہیں مانتیں بلکہ اسے ایک کائناتی تجربہ قرار دیتی ہیں جو محبت، قربانی اور پناہ کا کامل استعارہ ہے۔ ان کے نزدیک ماں وہ مرکز ہے جہاں انسان کی ذات کو تحفظ، گرمی اور سکون میسر آتا ہے۔ان کے اشعار میں ماں کی یاد محض ماضی کے کسی باب کا حوالہ نہیں بلکہ ایک ایسی مستقل جذباتی کیفیت ہے جو شعور اور لاشعور دونوں پر

حکمرانی کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ماں کی موجودگی ایک دائمی روشنی کی مانند ہے جو اندھیروں میں بھی زندگی کو معنویت بخشتی ہے۔

ماں کے ذکر میں فرح ملک صرف جدائی یا خالی پن کی اذیت کو بیان نہیں کرتیں بلکہ ان لمحوں کی مسکراہٹ، روشنی اور سرشاری کو بھی اجاگر کرتی ہیں جب ماں کی موجودگی زندگی کو خوشنما اور محفوظ بناتی تھی۔ان کے کلام میں بچپن کی یادیں، ماں کے لمس کی گرمی، اس کی ڈانٹ میں چھپی محبت، اور لوریوں کی سحر انگیزی سب ایک ساتھ بولتے ہیں۔شاعرہ کے ہاں ماں ایک ایسی لازوال ہستی ہے جس کی گود صرف جسمانی آسودگی نہیں بلکہ روحانی سکون کا سرچشمہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ماں کی کمی کا ذکر ان کے اشعار میں آتا ہے تو وہ صرف محرومی کا نوحہ نہیں ہوتا بلکہ ایک کائناتی خلا کا اظہار بن جاتا ہے۔ماں کی یاد ان کے ہاں ماضی کی یادگار نہیں بلکہ حال اور مستقبل کی تنہائیوں پر محیط ایک ایسا جذبہ ہے جو قاری کو اپنی ذات کی گہرائیوں میں لے جاتا ہے۔ان کی شاعری کا یہ پہلو اس بات کا ثبوت ہے کہ فرح ملک نے ذاتی تجربے کو اس قدر جمالیاتی وقار دیا ہے کہ وہ ہر پڑھنے والے کے دل میں اپنی ماں کی یادوں کو زندہ کر دیتی ہیں۔

بہت ہی یاد آتی ہو،

مجھے ماں یاد آتی ہو
اگر میں خواب میں دیکھوں،

کھلی آنکھوں سے دیکھوں گر
نظر بس تم ہی آتی ہو،

مجھے ماں یاد آتی ہو(۱۱)

یہ اشعار ماں کے تصور کو ایک زندہ تجربہ بناتے ہیں جو جاگتی آنکھوں کے خواب جیسا ہے۔ وہ ماں جو صرف یاد میں نہیں بلکہ ہر احساس میں شامل ہے۔

فرح ملک کے ہاں ماں کی یاد صرف جذباتی ردعمل نہیں بلکہ روحانی وابستگی کی علامت ہے۔ وہ اسے ایک مقدس ہستی سمجھتی ہیں، جس کے بغیر زندگی کا کوئی لمحہ مکمل نہیں ہوتا۔ یہی جذبہ ان کے دوسرے اشعار میں بھی نظر آتا ہے:

"بچپن یاد آتا ہے،

وہ لمحے یاد آتے ہیں
ترے آنچل کی چھاؤں میں،

محبت کے سائے آتے ہیں (۱۲)

شاعرہ کے کلام میں ماں کی محبت ایک دائمی روشنی ہے، جو کبھی مدھم نہیں پڑتی، چاہے وقت کتنا بھی گزر جائے۔ یہ احساس ان کی شاعری کو نہایت جذباتی اور قاری کے دل سے جُڑا ہوا بناتا ہے۔

6. محبت میں محرومی اور ناکامی کا فلسفہ

فرح ملک کی شاعری کا ایک اہم موضوع محبت میں ناکامی اور محرومی کا گہرا ادراک ہے۔ ان کے اشعار میں عشق صرف ایک حسین جذبہ نہیں بلکہ ایک کٹھن تجربہ بن کر سامنے آتا ہے، جس میں دل کی دیانت، احساس کی سچائی اور جذبے کی شدت سب کچھ ناکامی اور نامرادی سے دوچار دکھائی دیتا ہے۔ ان کے ہاں محبت ایک خواب ہے جو بیداری میں اپنی شکستگی کا عکس بن کر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں عشق کی دنیا مسرت سے زیادہ کرب اور راحت سے زیادہ زخم کا استعارہ ہے۔

محبت میں محرومی کو وہ محض ذاتی دکھ یا رومانی ناکامی کے طور پر نہیں دیکھتیں بلکہ اسے ایک فکری اور فلسفیانہ جہت عطا کرتی ہیں۔ان کے ہاں عشق وہ آئینہ ہے جس میں انسان اپنی بے قدری، بے وقعتی اور وجود کی تلخی کو پہچانتا ہے۔ محبت ان کے اشعار میں صرف دو افراد کے مابین تعلق کا نام نہیں بلکہ ایک وسیع تر انسانی تجربہ ہے، جہاں خواب ٹوٹنے کے بعد شعور بیدار ہوتا ہے اور جہاں دل کی محرومیاں فکر اور خود شناسی میں ڈھل جاتی ہیں۔

یوں فرح ملک کے کلام میں محبت اور اس کی ناکامی محض غم کا حوالہ نہیں بلکہ ایک ایسے فکری سفر کی علامت ہے جو انسان کو اپنی ذات کے اصل ادراک تک لے جاتا ہے۔ان کی شاعری پڑھتے ہوئے قاری کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے عشق میں محرومی دراصل زندگی کے بڑے اسباق کی ایک شکل ہے، جو انسان کو صبر، حوصلہ اور حقیقت کی گہری پہچان عطا کرتی ہے۔

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی
ہوتی نہ محبت تو شراکت بھی نہ ہوتی (۱۳)

یہ اشعار اس تلخ سچ کو بیان کرتے ہیں کہ محبت کی ابتدا ہی دل کے ہونے سے ہے اور یہ دل ہی ہے جو انسان کو شکست کا ذائقہ چکھاتا ہے۔ شاعرہ یہاں نہ صرف دل کی بے بسی کو بیان کرتی ہیں بلکہ یہ بھی واضح کرتی ہیں کہ یہ محرومی ایک گہری سوچ کا سبب بنتی ہے۔

دل ہم نے دیا تجھ کو تو لینا بھی ہے تجھ سے
یہ بات نہ کرتے تو رقابت بھی نہ ہوتی (۱۴)

یہ اشعار عشق میں دیے گئے خلوص اور اس کے بدلے میں ملنے والے زخم کی نشاندہی کرتے ہیں۔ شاعرہ کے ہاں محبت میں ناکامی کا تجربہ صرف افسوسناک نہیں بلکہ بیداری پیدا کرنے والا ہے۔

بے معنی محبت کے تو قائل ہی نہیں ہم

احساس نہ دیتے تو عداوت بھی نہ ہوتی (۱۵)

یہ اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ محبت کے نام پر جو قربانیاں دی جاتی ہیں، وہی آخر کار دشمنی اور جدائی کا سبب بنتی ہیں۔ فرح ملک اس محرومی کو ایک فلسفیانہ سطح پر محسوس کرتی ہیں، جہاں محبت ناکامی کے باوجود انسان کو مکمل کر دیتی ہے، یا پھر ٹوٹ کر نئی پہچان عطا کرتی ہے۔

7. یادوں اور ماضی کی گونج

فرح ملک کی شاعری میں ماضی کی یادیں ایک مستقل اور جذباتی تھیم کی صورت میں موجود ہیں۔ ان یادوں میں بچپن کی معصومیت، گاؤں کی فضا، خاندانی تعلقات، اور زندگی کے وہ لمحے شامل ہیں جو انسان کو اپنی جڑوں سے جوڑتے ہیں۔ شاعرہ ان یادوں کو محض نوستالجیا کے طور پر نہیں پیش کرتیں، بلکہ ایک ایسی جذباتی طاقت کے طور پر بیان کرتی ہیں جو انسان کے حال پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ ان کے ہاں ماضی کا ذکر گزرے ہوئے وقت کی ویرانی نہیں بلکہ موجودہ زندگی کی معنویت کا سرچشمہ ہے۔

شاعرہ کے کلام میں ماضی کی یہ گونج ایک ایسا چراغ ہے جو وقت کے اندھیروں میں روشنی بکھیرتا ہے۔ گاؤں کی گلیاں، پیارے رشتے، ہنستے چہرے، اور بچپن کی بے فکریاں ایک خواب کی طرح ان کے اشعار میں زندہ ہو اٹھتے ہیں۔ یہ یادیں قاری کو نہ صرف شاعرہ کی ذات سے قریب کرتی ہیں بلکہ اس کے اپنے ماضی کی خوشبو کو بھی تازہ کر دیتی ہیں۔ یوں فرح ملک کا کلام ماضی اور حال کے درمیان ایک ایسا تخلیقی پل بن جاتا ہے جو جذباتی وابستگی اور فکری تسلسل دونوں کو برقرار رکھتا ہے۔

اس دنیا میں کب ملتے ہیں پیارے، بچے، اچھے لوگ

اشکوں کی اس بھیڑ میں گم ہیں جانے کب سے ہنستے لوگ (۱۶)

یہ اشعار ایک ایسی دنیا کی یاد دلاتے ہیں جہاں خلوص اور سچائی کی روشنی تھی، جواب دھندلا چکی ہے۔ شاعرہ ان لمحات کو اپنی شاعری میں زندہ رکھ کر قاری کے دل میں بھی ایک درد جگاتی ہیں۔

گاؤں کی وہ پیاری گلیاں، بچپن کے دن واپس لادو
واپس لادو پیار میں لپیٹے سارے اُجلے اُجلے لوگ (۱۷)

یہ اشعار شاعرہ کی اس خواہش کی عکاسی کرتے ہیں کہ وہ زمانہ پھر واپس آجائے جب رشتے بے لوث اور جذبات سچے ہوا کرتے تھے۔ ان کے کلام میں ماضی کی یاد صرف ایک پناہ گاہ نہیں بلکہ ایک آئینہ ہے، جو آج کی دنیا کے جھوٹے چہروں کو نمایاں کرتا ہے۔

فرح ملک کی یادوں سے معمور شاعری میں جذبات کی سچائی اور فضا کی شفافیت ایک ایسا رنگ بھرتی ہے جس سے قاری خود کو بھی اپنے ماضی سے جوڑنے لگتا ہے۔

۹. فطرت، بہار اور رشتہ وفا

فرح ملک کی شاعری میں فطرت اور بہار جیسے مظاہر کو رشتۂ وفا کے استعارے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ وہ فطرت کے رنگوں، بہار کی آمد، سبز مناظر اور موسم کی نرمی کو نہ صرف بصری خوبصورتی کے طور پر دیکھتی ہیں بلکہ ان میں انسانی جذبات کی جھلک بھی تلاش کرتی ہیں۔ بہار شاعرہ کے ہاں صرف موسم کا نام نہیں بلکہ ایک ایسے تعلق کی علامت ہے جو زندگی کو خوشبو اور روشنی سے بھر دیتا ہے۔

ان کے اشعار میں کلیوں کا کھلنا، پرندوں کی چہچاہٹ، اور بارش کی نمی محض مناظرِ قدرت نہیں بلکہ انسانی رشتوں کی طراوت، محبت کی تازگی اور امید کے استعارے ہیں۔ بہار کبھی محبوب کی یاد کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے تو کبھی زندگی کی جدوجہد کے بعد آنے والی راحت کی علامت بنتی ہے۔ یوں فطرت کا بیان ان کے کلام میں داخلی کیفیات اور جذباتی وابستگیوں کا آئینہ دار بن جاتا ہے، جہاں بہار کا ہر رنگ وفا اور محبت کے تسلسل کا نشان ہے۔

"آئی بہار تو مجھے محسوس یہ ہوا

قدرت کا حسن چار سو ہے سبز رنگ میں (۱۸)

اس شعر میں شاعرہ فطرت کے جمال کو اپنی داخلی کیفیت کے آئینے میں دیکھتی ہیں۔ بہار کا ذکر ایک ایسے پس منظر میں آتا ہے جہاں محبوب سے تعلق مضبوط، گہرا اور لازوال دکھائی دیتا ہے۔ یہ وفا کا رشتہ محض زمانی نہیں بلکہ ایک روحانی و جذباتی ہم آہنگی کی عکاسی کرتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ شاعرہ فطرت کے مظاہر میں انسانی جذبات، رشتوں کی ہم آہنگی اور وفا کی روشنی تلاش کرتی ہیں۔ ان کا انداز نہ صرف لطیف ہے بلکہ فطری حسن کے ساتھ داخلی وابستگی کا عکاس بھی۔

۱۰. خواب، اداسی اور شکست کی تصویریں

خواب، فرح ملک کی شاعری میں امید اور مایوسی کے بیچ جھولتا ہوا ایک ایسا استعارہ ہے جو انسانی وجود کے لطیف ترین گوشوں کو چھو لیتا ہے۔ ان کے نزدیک خواب محض نیند کی عارضی تصویریں نہیں بلکہ انسان کی اندرونی خواہشات، پوشیدہ تمناؤں اور جذباتی توقعات کی جیتی جاگتی علامت ہیں۔ ان خوابوں میں کہیں مستقبل کی روشنی چھپی ہے تو کہیں ماضی کی ادھوری یادوں کا سایہ، کہیں ایک نیا آغاز ہے تو کہیں شکست کی خاموش گونج۔ شاعرہ خواب کو زندگی کا وہ لازمی جزو سمجھتی ہیں جس کے بغیر انسان کا تخیل اور اس کی جذباتی روانی ادھوری رہ جاتی ہے۔

لیکن فرح ملک کا کلام خوابوں کی شکست و ریخت کا بھی گہرا احساس دلاتا ہے۔ وہ لمحے جب خواب کرچی کرچی ہو جاتے ہیں، جب تمنائیں ادھوری رہ جاتی ہیں، اور جب امید کا دیا بجھ جاتا ہے، ان سب کیفیتوں کو وہ اپنی شاعری میں نہایت لطیف اور دلگداز انداز میں سمو دیتی ہیں۔ قاری ان اشعار کو پڑھ کر اپنے بکھرے خوابوں کا عکس محسوس کرتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شاعرہ نے ذاتی دکھ کو اجتماعی احساس بنا دیا ہو۔ خواب کے ٹوٹنے کا دکھ ان کے ہاں صرف اداسی نہیں بلکہ ایک ایسی صدا ہے جو انسان کی روح کو جھنجھوڑ دیتی ہے۔

فرح ملک کے ہاں خواب ایک فلسفیانہ جہت بھی رکھتے ہیں۔ وہ خواب کو انسانی حیات کی معنویت سے جوڑتی ہیں، اور بتاتی ہیں کہ خواب حقیقت کو نہ صرف جِلا بخشتے ہیں بلکہ حقیقت کے بوجھ سے نکلنے کا سہارا بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں خواب کبھی محبت کی تسکین کے طور پر نمودار ہوتے ہیں، کبھی ایک نئی دنیا کے نقشے کے طور پر، اور کبھی حقیقت کی تلخی کو سہنے کا حوصلہ بن جاتے ہیں۔ خواب، ان کی شاعری میں، مستقبل کے امکانات کا در کھولتے ہیں اور قاری کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ خواہ حقیقت کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو، انسان کا تخیل اسے جینے کا جواز ضرور فراہم کرتا ہے۔

تاہم، خوابوں کی شکست اور حقیقت کی سختی کے بیچ جو کشمکش ہے، وہ بھی شاعرہ کے ہاں نمایاں ہے۔ وہ دکھاتی ہیں کہ خوابوں اور حقیقت کا یہ تصادم کس طرح انسان کی شخصیت کو توڑتا اور جوڑتا ہے۔ کبھی خواب زندگی کا سہارا ہیں، اور کبھی یہی خواب انسان کو گہرے خلا میں دھکیل دیتے ہیں۔ یہ تضاد ان کے کلام میں ایک ایسے المیے کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو ہر قاری کے دل کو چھو لیتا ہے، کیونکہ خواب انسانی زندگی کا وہ مشترکہ سرمایہ ہیں جس سے ہر کوئی وابستہ ہوتا ہے۔

یوں فرح ملک کی شاعری میں خواب نہ صرف امید اور تمناؤں کا استعارہ ہیں بلکہ انسانی وجود کی ناپائیداری، حقیقت کی بے رحمی، اور جذبات کی نزاکت کا آئینہ بھی۔ ان کے ہاں خواب زندگی کے رنگ بھی ہیں اور اس کے زخم بھی، روشنی بھی ہیں اور اندھیرا بھی—یہی دوہرا پن ان کی شاعری کو ایک منفرد اور ہمہ گیر معنویت عطا کرتا ہے۔

وہ خواب تھا یا کوئی حقیقت

کہ ماں کو دیکھا

خوشی خوشی وہ یہ کہہ رہی تھی

یہ گھر ہے میرا، سجا سجایا، اڑھائی گز کا (۱۹)

یہ اشعار خواب اور حقیقت کے دھندلے فرق کو اجاگر کرتے ہیں۔ اڑھائی گز کا سجا ہوا گھر، دراصل کسی کی قبر کی علامت ہو سکتی ہے ایک ایسا خواب جواب صرف یاد میں باقی ہے۔

اداسی اور شکست شاعرہ کے شعری وجود کا حصہ بن جاتی ہے، اور قاری کو اس شکستہ خوابوں کی وادی میں لے جاتی ہے جہاں ہر منظر ایک درد کی تصویر بن جاتا ہے۔

۱۱. بے ثباتی اور جدائی کا خوف

شاعرہ کی شاعری میں وقت، لمحے اور تعلقات کی بے ثباتی ایک مستقل موضوع کی صورت میں ابھرتی ہے۔ وہ جانتی ہیں کہ وقت کسی کے لیے نہیں رکتا، لمحے ہاتھ سے ریت کی طرح پھسل جاتے ہیں، اور رشتے اکثر اپنی عمر پوری کیے بغیر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کے اشعار میں وہ خوف نمایاں ہے جو ہر مضبوط اور سچے تعلق کے ساتھ جڑا ہوتا ہے—یہ خوف کہ کہیں کل یہ قربت دوری میں نہ بدل جائے، یہ خوشبو کہیں ہوا میں تحلیل نہ ہو جائے، اور یہ عادتیں جو سکون دیتی ہیں، کل کو بوجھ نہ بن جائیں۔ شاعرہ اپنے تجربات اور مشاہدات سے یہ ادراک کرتی ہیں کہ زندگی میں کوئی چیز ہمیشہ کے لیے نہیں رہتی۔

اس ناپائیداری کا احساس ان کی شاعری میں ایک تلخ سچائی کی صورت میں جھلکتا ہے۔ وہ عہد کرنے کے بعد بھی اس کے دائمی ہونے پر یقین نہیں کر پاتیں، کیونکہ ان کے نزدیک وقت کی بے رحمی اور انسانی کمزوریاں ہر وعدے کو توڑنے پر قادر ہیں۔ ان کے اشعار میں یہ احساس بار بار ابھرتا ہے کہ محبت، وفا، اور ساتھ جتنے بھی مضبوط ہوں، وقت کے ساتھ کمزور پڑ سکتے ہیں۔ یہ وہ ادبی صداقت ہے جو قاری کو اپنی ذاتی زندگی کے تجربات یاد دلاتی ہے۔ فرح ملک کے ہاں لمحوں کی یہ بے ثباتی محض مایوسی نہیں بلکہ ایک فکری سوال بھی ہے: کیا رشتوں کی خوبصورتی اسی عارضی ہونے میں ہے، یا پھر یہ ہماری خواہش ہے کہ ہم ان لمحوں کو ہمیشہ کے لیے قید کر سکیں؟

ہم آج اک وعدہ کریں مل کر

کہ یہ عادت بدل ڈالیں

ہمیشہ ساتھ رہنے کی،

ہمیشہ ساتھ دینے کی

خبر کیا ہے کہ کل کیا ہو،

اگر ہم تم بچھڑ جائیں

تو پھر زندہ ہی مر جائیں (۲۰)

یہ اشعار اس خوف کی گہرائی کو بیان کرتے ہیں جو انسان کو شدید محبت میں گھیر لیتا ہے۔ مستقل جدائی کے اندیشے کے ساتھ جینا، دراصل مسلسل مرنے کے مترادف ہو جاتا ہے۔

۱۲. یاد، پرندے اور فطرت کا تاثر

فرح ملک کے کلام میں پرندے محض فطرت کا حصہ نہیں بلکہ انسانی جذبات، یادوں اور وجودی سوالات کے آئینہ دار ہیں۔ ان میں کوا سب سے نمایاں ہے، جو ان کے ہاں صرف ایک پرندہ نہیں بلکہ یادوں اور انتظار کا ایسا استعارہ ہے جس کے ذریعے شاعرہ دل کے اندر چھپے ہوئے دکھ اور امید کو بیک وقت آشکار کرتی ہیں۔ جب کوا ان کی شاعری میں منڈیر پر بولتا ہے تو یہ بولی کسی گاؤں یا شہر کی فضا کی عام آواز نہیں رہتی بلکہ ایک ایسا لمحہ بن جاتی ہے جو دل میں دبے کسی گہرے احساس کو زندہ کر دیتی ہے۔

کوا ہمیشہ سے برصغیر کی تہذیبی یادداشت میں کسی مہمان کی آمد، بچھڑے ہوئے کی واپسی، یا کسی اچانک تبدیلی کی خبر کا استعارہ رہا ہے۔ فرح ملک اس ثقافتی روایت کو اپنے کلام میں ایک نئی جان بخشتیں۔ ان کے ہاں کوے کی صدا ماضی کے دروازے کھول دیتی ہے، پرانی یادوں کی دھند میں گم چہروں کو واضح کر دیتی ہے، اور قاری کو اس

کیفیت سے گزارتی ہے جس میں دل دھڑکتا ہے کہ شاید کوئی گمشدہ لمحہ یا پیارا رشتہ دوبارہ لوٹ آئے۔ یہ صدا صرف کانوں سے نہیں بلکہ دل کی دھڑکن سے سنائی دیتی ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی کوا ان کے ہاں ادھورے انتظار کا نوحہ بھی ہے۔ جب منڈیر پر اس کی آواز گونجتی ہے تو دل میں یہ سوال بھی جاگ اٹھتا ہے کہ کیا واقعی کوئی آئے گا یا یہ محض وہم اور آرزو ہے؟ یہی کشمکش فرح ملک کی شاعری کو گہرا بناتی ہے——ایک طرف امید کا چراغ جلتا ہے تو دوسری طرف محرومی اور تنہائی کا اندھیرا بھی منڈلاتا ہے۔ یوں کوے کی صدا ایک ایسے جذباتی تضاد کو جنم دیتی ہے جو انسانی زندگی کے تجربات سے بھرپور مطابقت رکھتا ہے۔

فرح ملک کے اشعار میں دیگر پرندے بھی اپنی معنویت رکھتے ہیں۔ چڑیاں اور کبوتر اکثر محبت، مانوسیت اور گھریلو سکون کی علامت کے طور پر ابھرتے ہیں۔ ان پرندوں کی معصوم پرواز شاعرہ کو بچپن، گھر اور اپنوں کی یاد دلاتی ہے۔ ان کی موجودگی ایک پرامن اور خوشگوار ماحول کا استعارہ ہے۔ لیکن ان سب میں کوا ہی سب سے طاقتور علامت بن کر ابھرتا ہے، کیونکہ اس کی صدا میں یادوں کی کسک، ہجر کا بوجھ اور ملاقات کی امید سب کچھ سمٹ آتا ہے۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ پرندے، خاص طور پر کوا، فرح ملک کی شاعری میں زندگی اور یادداشت کے بیچ ایک پل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ یادیں کبھی محض ذہنی تصور نہیں ہوتیں بلکہ ان کے ساتھ جڑے جذبات اتنے زندہ ہوتے ہیں کہ فطرت کی ایک معمولی آواز بھی دل کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ فرح ملک کے ہاں کوا اس صداقت کی علامت ہے کہ انسانی زندگی انتظار اور یادوں کے بغیر نامکمل ہے۔

کاگا جب منڈیر پر بولا، میں سمجھی وہ آئے گا
دیر تلک رستہ بھی دیکھا، لیکن پھر مایوس ہوئی (۲۱)

یہ اشعار ایک خاص طرز کی شکست خوردہ امید کو بیان کرتے ہیں۔ نانی دادی کے قصے، پرندوں کی بولی، اور بچپن کی یادیں شاعرہ کے ہاں فطرت اور انسانی احساسات کو آپس میں مربوط کرتی ہیں۔ کوا، مہمان کا پیغام لانے والا ہوتا ہے، مگر جب وہ آتا ہے اور کوئی نہیں آتا، تو یہ احساس اور بھی تلخ ہو جاتا ہے۔

۱۳. تمنائیں اور خاموشی

فرح ملک کے اشعار میں بعض اوقات محبت ایک خاموش التجا کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ وہ محبت ہے جو اظہار کے شور سے نہیں بلکہ دل کی دھڑکنوں اور خاموش نگاہوں سے جنم لیتی ہے۔ ان کے کلام میں ایسی محبت کا عکس ملتا ہے جس میں تمنائیں زبان سے ادا نہیں ہوتیں مگر احساس کی شدت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود رہتی ہے۔ یہ محبت شوریدہ سروں کی پکار نہیں بلکہ ایک اندرونی خاموشی ہے جو قاری کو زیادہ گہرائی سے چھوتی ہے۔

ان کے ہاں خاموشی خود ایک زبان بن جاتی ہے۔ خواہشات بیان تو کی جاتی ہیں مگر بغیر کسی احتجاج یا مطالبے کے۔ گویا محبت مانگتی نہیں، بس اپنے وجود سے ایک روشنی بکھیرتی ہے۔ یہ وہ ضبط ہے جس میں انسان اپنے دکھ اور تمنائیں دل میں چھپا کر بھی دوسرے کو اپنی محبت کا یقین دلا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں بار بار ایک ایسی کیفیت ابھرتی ہے جو قاری کو احساس دلاتی ہے کہ کبھی کبھی سب سے مضبوط اظہار وہ ہوتا ہے جسے لفظوں کی ضرورت نہ ہو۔

یہ خاموش محبت فرح ملک کی شاعری میں ایک بے زبان دعا کی مانند ہے۔ وہ محبت کو کسی نتیجے یا انجام سے وابستہ نہیں کرتیں بلکہ اسے ایک مسلسل کیفیت کے طور پر پیش کرتی ہیں، جہاں قربت کا خواب دل میں پنپتا رہتا ہے اور جدائی کا زہر بھی برداشت کیا جاتا ہے۔ ان کے ہاں محبت کے یہ لمحے ایسے ہیں جیسے کسی ویران کمرے میں جلتا ہوا چراغ، جو روشنی بھی دیتا ہے اور تنہائی کو اور گہرا بھی کرتا ہے۔

یوں ان کے کلام میں خاموشی، ضبط اور بے زبان تمنائیں نہ صرف ایک انفرادی جذباتی تجربہ ہیں بلکہ انسانی محبت کے اُس آفاقی پہلو کی نمائندگی کرتی ہیں جسے لفظوں سے نہیں بلکہ خاموش احساسات سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ یہی ان کی شاعری کی اصل دلکشی ہے کہ وہ قاری کو اپنی ذاتی خاموشیوں اور دبے ہوئے جذبات کی یاد دلا دیتی ہیں۔

بتا بادِ صبا مجھ کو

مرے ان پاؤں میں تم نے
کبھی پائل نہیں باندھی،

تو پھر دل کی سماعت میں
یہ چھن چھن کی صدا کیسی (۲۲)

یہ اشعار ایک خاموش خواہش کو ظاہر کرتے ہیں جو کبھی مکمل اظہار نہ پا سکی۔ خاموشی کی یہ گونج دل کی سماعت میں گونجتی رہتی ہے، جیسے یاد کا ایک مستقل نغمہ۔

۱۴. محبت، شراکت، رقابت

فرح ملک کی شاعری میں محبت محض ایک سیدھی اور خوشگوار کیفیت نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ جڑے متضاد اور پیچیدہ جذبات بھی بھرپور شدت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ ان کے اشعار میں محبت کے ساتھ شراکت، رقابت اور حسد جیسے عناصر اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ انسانی دل کس قدر گہرائی اور تضاد سے بھرا ہوا ہے۔ وہ اس سوال کو نہایت سلیقے سے اٹھاتی ہیں کہ اگر محبت خالص اور پاکیزہ ہے تو اس میں اتنی کشمکش کیوں ہے؟ اور اگر شراکت کا جذبہ ہے تو رقابت کیسی؟

شاعرہ کے ہاں یہ سوال محض جذباتی نہیں بلکہ فکری اہمیت بھی رکھتا ہے۔ وہ اس نکتے کو اجاگر کرتی ہیں کہ محبت جب انسانی زندگی میں آتی ہے تو اپنے ساتھ مالکیت کا احساس بھی لے آتی ہے۔ اسی احساس سے رقابت جنم لیتی ہے اور حسد دل میں سرایت کر جاتا ہے۔ یوں محبت ایک روشن جذبہ ہونے کے باوجود اندھیروں کو بھی ساتھ رکھتی ہے۔ فرح ملک اس سچائی کو شاعرانہ پیرائے میں بیان کرتی ہیں تاکہ قاری یہ سمجھے کہ محبت ایک یک رنگی جذبہ نہیں بلکہ کئی رنگوں اور کئی تہوں پر مشتمل ہے۔

ان کے اشعار میں شراکت کا تصور بھی نہایت منفرد ہے۔ وہ محبت کو صرف دو افراد کا تعلق نہیں سمجھتیں بلکہ اس میں ایک اجتماعی پہلو بھی تلاش کرتی ہیں۔ لیکن یہی شراکت جب غیر متوازن ہو جائے تو دل میں رقابت اور حسد کی گرہیں باندھ دیتی ہے۔ شاعرہ یہ دکھاتی ہیں کہ محبت کی خوبصورتی اسی وقت قائم رہتی ہے جب شراکت اعتماد پر مبنی ہو، ورنہ یہ جذبہ خود اپنی ضد میں بدل جاتا ہے۔

یوں فرح ملک کی شاعری محبت کو ایک **مکمل انسانی تجربہ** کے طور پر پیش کرتی ہے، جس میں مسرت بھی ہے، تڑپ بھی، اعتماد بھی اور شک بھی۔ ان کے ہاں محبت ایک ایسا آئینہ ہے جس میں انسان اپنی اصل کمزوریوں اور خواہشات کو بھی پہچان لیتا ہے۔ یہی پیچیدگی ان کے کلام کو زیادہ جاندار اور حقیقت کے قریب بناتی ہے۔

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی
ہوتی نہ محبت تو شراکت بھی نہ ہوتی (۲۳)

یہ اشعار محبت کے تضادات کو نمایاں کرتے ہیں، کہ دل، محبت، شراکت اور رقابت ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ شاعرہ محبت کو محض ایک مثبت جذبہ نہیں سمجھتیں بلکہ اس میں چھپی پیچیدگیوں اور تضادات کو بھی نمایاں کرتی ہیں:

دل ہم نے دیا تجھ کو تو لینا بھی ہے تجھ سے
یہ بات نہ کرتے تو رقابت بھی نہ ہوتی (۲۴)

یہ اشعار محبت کی اس کشمکش کو بیان کرتے ہیں جس میں چاہنے اور کھونے دونوں کا احساس بیک وقت موجود ہوتا ہے۔ شاعرہ کی زبان نرم ہے مگر اس میں جوش اور اضطراب کی کیفیت موجود ہے۔

فرح ملک کی شاعری جذباتی گہرائی، فکری ندرت، اور تخلیقی روانی کا حسین امتزاج ہے۔ ان کے کلام میں محبت، جدائی، تنہائی، خواب، فطرت اور معاشرتی بے حسی جیسے موضوعات نہایت سلیقے اور شعری شعور کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ ان کے اشعار پڑھتے ہوئے قاری کو محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی اپنی کیفیتوں کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا گیا ہو۔

فرح ملک کی شاعری کا ایک نمایاں وصف ان کی مشاہداتی بصیرت ہے۔ وہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے پہلوؤں کو نہایت سادہ مگر پُر اثر انداز میں بیان کرتی ہیں۔ چاہے وہ ماں کی یاد ہو، بچپن کی گلیاں ہوں یا دل شکستہ محبوب کے بارے میں سوچ، ہر منظر ایک جیتی جاگتی تصویر بن کر سامنے آتا ہے۔

ان کے اشعار میں ایک خاص طرح کی نرمی اور داخلی لرزش محسوس ہوتی ہے، جو قاری کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔ خاص طور پر ہجر، خواب، اور بے وفائی جیسے موضوعات پر ان کی شاعری ایک نفسیاتی صداقت کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ جذبات کو محض بیان نہیں کرتیں بلکہ ان کا تجزیہ بھی کرتی ہیں، اور یہی ان کے کلام کی فکری طاقت ہے۔

فرح ملک کی شاعری میں نسائی شعور بھی واضح نظر آتا ہے، جو عورت کے جذبات، تکالیف، اور معاشرتی بندشوں کو بے باکی سے اجاگر کرتا ہے۔ ان کی نظم "عورت" اس کی بہترین مثال ہے، جہاں عورت کے وجود، اس کی تخلیقی قوت اور اس پر ہونے والے مظالم کو اجاگر کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر، فرح ملک کا کلام جدید اردو شاعری کے اس رجحان کا نمائندہ ہے جہاں جذبہ اور شعور، داخلی اور خارجی حقیقتیں، سادگی اور معنویت ایک دوسرے میں ضم ہو کر ایک منفرد آواز پیدا کرتے ہیں۔ ان کا کلام

قاری کو ایک طرف جذباتی سرشاری عطا کرتا ہے تو دوسری طرف اسے زندگی کے تلخ حقائق سے بھی روشناس کراتا ہے۔

حوالہ جات

۱. فرح ملک، نہیں رہیں گے، ملتان: سخن سرائے پبلی کیشنز، ۲۰۲۴ء، ص:۳۷

۲. ایضاً، ص:۶۰

۳. ایضاً، ص:۷۷

۴. ایضاً، ص:۷۸

۵. ایضاً، ص:۸۰

۶. ایضاً، ص:۸۲

۷. ایضاً، ص:۸۸

۸. ایضاً، ص: ۹۰

۹. ایضاً، ص:۹۳

۱۰. ایضاً، ص:۹۷

۱۱. ایضاً، ص:۹۸

۱۲. ایضاً، ص:۱۰۱

۱۳. ایضاً، ص:۱۰۴

۱۴. ایضاً، ص:۱۰۸

۱۵. ایضاً، ص:۱۰۹

۱۶. ایضاً، ص:۱۱۰

۱۷. ایضاً، ص:۱۱۲

۱۸. ایضاً، ص:۱۱۴

۱۹. ایضاً، ص:۱۱۷

۲۰. ایضاً، ص:۱۱۸

۲۱. ایضاً، ص:۱۲۰

۲۲. ایضاً، ص:۱۲۷

۲۳. ایضاً، ص:۱۳۸

۲۴. ایضاً، ص:۱۴۱

بابِ سوم

باب سوم

فرح ملک کی شاعری کا فنی جائزہ

1. اسلوب کی سادگی اور معنویت

فرح ملک کے کلام کی سب سے بڑی فنی خوبی ان کا **سادہ، بے ساختہ اور صاف گو اسلوب** ہے۔ وہ پیچیدہ استعارات یا ثقیل الفاظ کے بجائے روزمرہ زبان کے عام الفاظ میں اپنے دل کی بات بیان کرتی ہیں۔ یہی سادگی ان کے اشعار کو قاری کے دل کے قریب لے آتی ہے۔ قاری کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے شاعرہ اس سے روبرو بات کر رہی ہے، نہ کہ کوئی مشکل اور دوراز کار فلسفہ سمجھا رہی ہے۔ یہی ان کے کلام کی وہ انفرادیت ہے جو انہیں موجودہ دور کی شاعرات میں الگ مقام عطا کرتی ہے۔

ان کے ہاں **سچائی اور خلوصِ اظہار** نمایاں ہیں۔ وہ جذبات کو کسی صناعی یا تصنع کی تہہ میں نہیں چھپاتیں بلکہ براہِ راست اور دل سے لکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں درد ہو یا خوشی، محبت ہو یا محرومی، ہر کیفیت قاری کے دل پر اثر کرتی ہے۔ ان کا اسلوب اس بات کا ثبوت ہے کہ فنکاری کا حسن ہمیشہ لفظی مشکل تراشی میں نہیں بلکہ سادگی کے ذریعے بھی قاری کو متاثر کرنے میں پوشیدہ ہے۔

مزید یہ کہ فرح ملک کے کلام میں **زبان کی روانی اور سلاست** ایسی ہے کہ پڑھنے والا کہیں اٹکتا نہیں بلکہ بہاؤ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ یہی بے ساختگی اور قدرتی پن انہیں ایسی شاعرہ بناتا ہے جن کا کلام صرف خواص ہی نہیں بلکہ عام قارئین کے لیے بھی قابلِ فہم اور دلنشین ہے۔ان کا اسلوب بتاتا ہے کہ کلام کی تاثیر کا راز مشکل تراکیب میں نہیں بلکہ سچے جذبے کے اظہار اور صاف شفاف زبان میں ہے۔

مثلاً:

میں اتنی بھیڑ میں خود کو اکیلا پا کے روتی ہوں

اکیلے شب بتانے سے مجھے اب خوف آتا ہے (۱)

یہ اشعار اس سادہ اسلوب کی مثال ہیں جو براہِ راست دل کو چھو لیتے ہیں۔ سادگی میں جو تاثیر ہے وہ نہایت پر اثر ہے، اور یہی فرح ملک کے شعری اسلوب کی بنیاد ہے۔

2. تشبیہ، استعارہ اور علامت کا متوازن استعمال

فرح ملک کی شاعری میں استعاراتی اظہار موجود ہے مگر وہ اس میں مبالغہ یا پیچیدگی سے گریز کرتی ہیں۔ ان کے استعارے عام زندگی سے اٹھائے گئے ہیں اور قاری ان سے بآسانی ربط قائم کر سکتا ہے۔ وہ خواب، آئینہ، موسم، پرندے، پائل، کوا، اور بہار جیسے عام الفاظ کو استعاراتی معنی دیتے ہوئے نئی معنویت عطا کرتی ہیں۔

کاگا جب منڈیر پر بولا، میں سمجھی وہ آئے گا

دیر تلک رستہ بھی دیکھا، لیکن پھر مایوس ہوئی (۲)

یہاں کوا محض پرندہ نہیں بلکہ انتظار اور ماضی کی یادوں کا استعارہ ہے۔ یہ استعمال نہ صرف شاعرانہ حسن کو بڑھاتا ہے بلکہ جذبے کی تہہ داری کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

3. آزاد نظم اور غزل کے اسلوب کا امتزاج

فرح ملک کا شعری آہنگ اس لحاظ سے منفرد اور قابلِ توجہ ہے کہ وہ نہ صرف غزل کے روایتی سانچے سے واقف ہیں بلکہ آزاد نظم کے امکانات کو بھی برتتی ہیں۔ وہ جب غزل لکھتی ہیں تو قافیہ اور ردیف کی بندش کو محض تکنیکی ہنر نہیں بننے دیتیں بلکہ اس میں جذبے کی روانی کو شامل کر کے قاری کو مسحور کر دیتی ہیں۔ دوسری طرف، جب وہ آزاد نظم کی طرف آتی ہیں تو بندشوں کو توڑتے ہوئے بھی ایک خاص داخلی رچاؤ اور موسیقیت کو برقرار رکھتی ہیں۔

یہ امتزاج ان کے کلام کو نہ صرف فنی وسعت بخشتا ہے بلکہ قاری کو یہ احساس دلاتا ہے کہ جذبہ اپنی اصل شکل میں الفاظ کا راستہ خود بناتا ہے۔ فرح ملک کے ہاں غزل کی کلاسیکی جمالیات اور نظم کی جدید آزادی ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں، ٹکراؤ پیدا نہیں کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی شاعری میں روایت اور جدیدیت کے درمیان ایک پُل قائم کرنے میں کامیاب نظر آتی ہیں۔

مزید یہ کہ ان کے اشعار میں ایک موسیقیت اور روانی ایسی ہے جو نہ صرف سننے والے کو اپنی گرفت میں لیتی ہے بلکہ پڑھنے والے کو بھی ایک وجدانی کیفیت میں لے جاتی ہے۔ چاہے وہ غزل ہو یا نظم، ان کے الفاظ ایک خاص ردھم اور بہاؤ کے ساتھ چلتے ہیں، جیسے جذبے کی لہر خود ہی وزن اور آہنگ پیدا کر رہی ہو۔ یہی پہلو فرح ملک کے شعری آہنگ کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔

سنو! سنتے ہو تم جاناں

کہو نا تم بھی کچھ جاناں (۳)

یہ سطر آزاد نظم کی مثال ہے جو مکالماتی انداز میں ایک داخلی انتشار اور جذباتی التجا کو پیش کرتی ہے۔ جبکہ ان کی غزلوں میں بھی نرمی اور لطافت کے ساتھ جدید ترسیل کی جھلک موجود ہے۔

4. عروضی پابندیوں سے فنی آزادی

فرح ملک عروضی اصولوں سے واقفیت کے باوجود نظم کی روانی کو اہمیت دیتی ہیں۔ وہ اکثر مصرعوں کی ہیت اور وزن کو جذبات کی شدت کے مطابق بدل دیتی ہیں۔ یہ حریت ان کے کلام کو جدید اردو نظم کے قریب کرتی ہے۔ یہ آزادی تخلیق کو رکاوٹوں سے آزاد کرتی ہے اور قاری کو نئے اظہار سے متعارف کراتی ہے۔

مثلاً:

یہ ہجر کے لیے قاتل ہیں ہمیں جیتے جی ہی مار گئے

ہم کب ہارے تھے دنیا سے لیکن ہم پیار سے ہار گئے (۴)

یہاں وزن، آہنگ، اور جذبے کی شدت مل کر ایک مکمل شعری تاثر پیدا کرتی ہیں، اور عروض کی پابندیاں کہیں رکاوٹ نہیں بنتیں۔

5. موسیقیت اور صوتی ہم آہنگی

فرح ملک کی شاعری میں نغمگی اور موسیقیت وہ عنصر ہے جو ان کے کلام کو محض مطالعے کا نہیں بلکہ سماعت کا بھی جمالیاتی تجربہ بنا دیتا ہے۔ ان کے اشعار میں صوتی حسن اس قدر نمایاں ہے کہ قاری یا سامع محض مفہوم ہی سے نہیں بلکہ الفاظ کی روانی اور آہنگ سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے۔ ان کی شاعری کا صوتی حسن قافیے، ردیف اور بحر کی پابندی کے ساتھ ساتھ صوتی تکرار اور لفظوں کی خوش آہنگی سے بھی پیدا ہوتا ہے۔

ان کے کلام میں بعض الفاظ کی تکرار اور حروفِ علت کی روانی ایک ایسا رچاؤ پیدا کرتی ہے جو نغمگی کو دوچند کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار کو پڑھتے ہوئے قاری کو ایک لطیف سا گیت سنائی دینے لگتا ہے، اور یہ تاثیر صرف غزل ہی میں نہیں بلکہ ان کی نظموں میں بھی ملتی ہے۔

مزید برآں، ان کے ہاں صوتی ردھم اور حرفی آہنگ شعری حسن کو بڑھاتے ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ الفاظ صرف معنی کے نہیں بلکہ آواز کے بھی پیکر ہوتے ہیں، اور آواز کی یہی جادو گری ان کی شاعری میں موسیقیت پیدا کرتی ہے۔ ان کے کلام میں یہ موسیقیت محض فنی ہنر نہیں بلکہ جذبے کی شدت سے جنم لیتی ہے، اسی لیے یہ مصنوعی نہیں بلکہ دل سے نکلے ہوئے سُروں کی مانند لگتی ہے۔

بتا بادِ صبا مجھ کو،

مرے ان پاؤں میں تم نے
کبھی پائل نہیں باندھی،

تو پھر دل کی سماعت میں
یہ چھن چھن کی صدا کیسی (۵)

اس نظم میں "چھن چھن"، "پائل"، "سماعت" جیسے الفاظ ایک صوتی تجربہ تخلیق کرتے ہیں جو پڑھنے والے کے کانوں میں موسیقی کی طرح رس گھول دیتے ہیں۔

6. قدرتی اور غیر بناوٹی اسلوب

فرح ملک کے اشعار میں سب سے اہم خصوصیت ان کی صداقتِ احساس اور بے ساختہ اظہار ہے۔ وہ الفاظ کے سجاوٹ سے زیادہ جذبے کی سچائی پر زور دیتی ہیں۔ ان کا اسلوب نہایت قدرتی ہے، جیسے ایک دل کی بات

دوسرے دل تک براہ راست پہنچائی جا رہی ہو۔ان کی سچائی، شفافیت،اور غیر بناوٹی لہجہ قاری کو ان کا ہم دم بنا دیتا ہے۔

کہو نا تم بھی کچھ جاناں(۶)

یہ سطر ایک سادہ سی التجا ہے مگر اس میں جو خلوص اور جذبات کی شدت ہے، وہ ہر قاری کو چھو لیتی ہے۔یہی فنی سادگی اور سچائی، فرح ملک کے اسلوب کو انفرادیت عطا کرتی ہے۔

۷. داخلی و خارجی مناظر کی تصویری تشکیل

فرح ملک کے اشعار میں داخلی اور خارجی دونوں کیفیات کو تصویری انداز میں پیش کیا گیا ہے۔وہ جذبات، یادیں، مناظر،اور تجربات کو ایسی تصویری زبان میں بیان کرتی ہیں کہ قاری کی آنکھوں کے سامنے منظر تخلیق ہونے لگتا ہے۔ان کی شاعری میں خارجی دنیا کے مناظر جیسے "بچپن کی گلیاں"،"ساون کی بارش" یا"کوا منڈیر پر"، اور داخلی کیفیت جیسے "اکیلا پن"، "یادیں" یا"خوف"اس طور پر یکجا ہوتے ہیں کہ وہ شاعرہ کے اندر اور باہر دونوں کی آئینہ داری کرتے ہیں۔

"بچپن میں نانی دادی سے

اکثر سنتے رہتے تھے

کاگا جب منڈیر پہ بولے

کوئی مہماں آتا ہے(۷)

یہ اشعار صرف ایک بچپن کی یاد نہیں بلکہ ایک داخلی خواب کی، ایک ثقافتی علامت کی تصویری تشکیل ہیں جو قاری کو ماضی کے مناظر میں لے جاتی ہیں۔

۸. مکالماتی انداز اور دردمند لہجہ

فرح ملک کی شاعری میں مکالماتی لہجہ کثرت سے پایا جاتا ہے، جو نظموں کو محض بیانیہ نہیں رہنے دیتا بلکہ قاری کے دل سے بات کرتا ہے۔ وہ اشعار میں محبوب، سماج یا خود سے براہ راست خطاب کرتی ہیں۔ ان کا یہ انداز نظموں میں ایک جذباتی تناؤ پیدا کرتا ہے اور قاری کو براہِ راست مخاطب محسوس ہونے دیتا ہے۔ ان کی درد بھری آواز اشعار کے پس منظر میں سنائی دیتی ہے، جس سے کلام میں دردمندی اور سچائی کی آمیزش ہو جاتی ہے۔

کہو نا تم بھی کچھ جاناں(۸)

ایک سطر میں نہ صرف مکالمہ ہے بلکہ درد اور التجا بھی جھلکتی ہے۔

۹. استفہامیہ لہجہ

فرح ملک کی شاعری میں سوالات کا استعمال کثرت سے ملتا ہے، جو نہ صرف قاری کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں بلکہ نظموں میں داخلی بے چینی اور جذباتی پیچیدگی کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ یہ سوالات صرف محبوب سے نہیں، خود شاعرہ کی ذات سے بھی ہو سکتے ہیں، اور کبھی یہ سوالات سماج سے مخاطب ہوتے ہیں۔

یہ محفل تو تمہاری تھی رقیبوں کو بلایا کیوں

خوشی کیا تم کو ملتی ہے ہمیں کو ہی ستایا کیوں (۹)

یہ سوالات شکایت، احتجاج، اور دکھ کی نمائندگی کرتے ہیں اور نظم کو ایک جذباتی جدلیہ میں بدل دیتے ہیں۔

۱۰. سہل ممتنع کا استعمال

فرح ملک سہل ممتنع کے فن میں بھی مہارت رکھتی ہیں۔ ان کے اشعار بظاہر آسان اور عام زبان میں کہے گئے ہوتے ہیں، مگر معنوی طور پر نہایت گہرے اور تہہ دار ہوتے ہیں۔ یہ سہولت قاری کو اشعار سے مانوس بھی رکھتی ہے اور فکر انگیز بھی بناتی ہے۔

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی

ہوتی نہ محبت تو شراکت بھی نہ ہوتی (۱۰)

یہ اشعار سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہیں، جو عام لفظوں میں ایک پیچیدہ جذباتی و فکری تجربے کو سمو دیتے ہیں۔

۱۱. صنعتوں کا استعمال

اگرچہ فرح ملک کی شاعری میں صنعتوں (بدیعیہ و بیان کی فنی چالاکیاں) کا استعمال اعتدال کے ساتھ کیا گیا ہے، مگر بعض مواقع پر صنعتِ تکرار، صنعتِ تضاد، صنعتِ تجنیس، اور صنعتِ مراعات النظیر کا ہلکا سا شعوری استعمال نظر آتا ہے۔ ان کا مقصد محض لفظی خوبصورتی نہیں بلکہ خیال کی شدت کو بڑھانا ہے۔

نہیں ہے غیرت انہیں ذرا سی، ہیں اونچے منصب کے چھوٹے باسی

غریب ان کے ہیں گھر کے داسی، ہے ان کا پیغام بس اداسی (۱۱)

یہاں قافیہ کی ہم صوتی، متضاد الفاظ، اور لفظی تکرار نظم کی موسیقیت اور معنویت میں اضافہ کرتی ہے۔

۱۲. اسلوبِ شعر

فرح ملک کا اسلوبِ شعر نہایت رواں، جذباتی، اور غیر پیچیدہ ہے۔ وہ اشعار کو زورِ بیان سے نہیں بلکہ جذبات کی نرمی اور تجربے کی صداقت سے پُر اثر بناتی ہیں۔ ان کا بیانیہ انداز متوازن ہے، اور نہایت سلیقے سے شعری فارم میں ڈھلتا ہے۔ وہ غزل اور نظم دونوں اسالیب میں مہارت رکھتی ہیں اور ہر فارم میں اپنا مخصوص لہجہ برقرار رکھتی ہیں۔

۱۳. تجسیم کاری

فرح ملک کے اشعار میں تجسیم کاری (جاندار خصوصیات کو غیر جاندار اشیاء میں منتقل کرنا) کا استعمال بھی نظر آتا ہے۔ وہ خوابوں، یادوں، آوازوں، یا فضاؤں کو جسمانی صورتوں میں بیان کرتی ہیں، جو قاری کو اشعار سے جذباتی ربط قائم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

تو پھر دل کی سماعت میں یہ چھن چھن کی صدا کیسی (۱۲)

یہاں آواز کو دل کی سماعت سن رہی ہے، جو تجسیم کی عمدہ مثال ہے۔

۱۴. تمثیل کاری

فرح ملک کی شاعری میں تمثیل نگاری (allegorical expression) کا پہلو بھی موجود ہے، جہاں وہ کسی ذاتی تجربے یا سماجی واقعے کو ایک عمومی علامتی بیانیے میں ڈھال دیتی ہیں۔ ایسا انداز ان کی شاعری کو صرف ذاتی احساس کی نمائندگی سے نکال کر اجتماعی شعور سے جوڑ دیتا ہے۔

کسی بھی عہد میں عورت کے تم نہیں ہو غم بدلے
کسی بھی عہد میں اس پر ستم نہیں بدلے (۱۳)

یہ سطور ایک عورت کی ذاتی شکوہ نہیں بلکہ تمام عورتوں کی نمائندہ تمثیل ہے، جو فرح ملک کی فکری وسعت اور تمثیلی قوت کا مظہر ہے۔

اس طرح مجموعی طور پر فرح ملک کی شاعری جدید اردو نظم اور غزل کے اس رجحان کی نمایندہ ہے جو سادگی، معنویت، داخلی تجربات، اور نسائی شعور کے امتزاج سے ایک نئی شعری آواز کو جنم دیتا ہے۔ ان کی شاعری کا فنی حسن اس بات میں پوشیدہ ہے کہ وہ زندگی کی پیچیدگیوں کو نہایت سادہ، شفاف، اور فکری پختگی کے ساتھ شعری قالب میں ڈھالتی ہیں۔ ان کے ہاں صنعتِ بدیع کی چمک کم، اور صداقتِ جذبات کا نور زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ یہی سادگی ان کی فنی شناخت کی بنیاد ہے۔

سب سے نمایاں فنی خوبی ان کا **سادہ، بے ساختہ اور شفاف اسلوب** ہے۔ وہ پیچیدہ تراکیب یا کلاسیکی الفاظ کی جگہ عام بول چال کی زبان میں گہری باتیں کہنے کا ہنر رکھتی ہیں۔ یہ اسلوب نہ صرف انہیں عصری قاری سے قریب کرتا ہے بلکہ ان کے اشعار کو درد، سچائی، اور اخلاص کا حامل بناتا ہے۔ اسلوب کی سادگی کے ساتھ ساتھ **موسیقیت** اور **آہنگ کی ہم آہنگی** بھی ان کے کلام کا اہم فنی وصف ہے، جو نہ صرف صوتی حسن میں اضافہ کرتا ہے بلکہ اشعار کو ذہن نشین بھی بناتا ہے۔

ان کے ہاں **تشبیہ، استعارہ اور علامت** کا استعمال اعتدال سے کیا جاتا ہے، جو معنی کی تہیں پیدا کرتا ہے مگر کلام کو ابہام کا شکار نہیں کرتا۔ ان کے استعارے اور علامات عمومی تجربات سے اخذ شدہ ہوتے ہیں —— مثلاً پائل، کوا، بارش، پرندے، یا خواب —— جو قاری کو اپنی روزمرہ کی دنیا سے جوڑتے ہیں۔ وہ پیچیدہ تلمیحات یا دقیق اسالیب کے بجائے ان سادہ علامات سے بڑے جذباتی اور فکری مفاہیم اخذ کرتی ہیں۔

فرح ملک کے کلام میں **غزل اور نظم دونوں کی فنی جہتیں** موجود ہیں۔ وہ ایک طرف غزل کی ردیف و قافیہ کی روایتی بندشوں میں روانی پیدا کرتی ہیں، اور دوسری طرف آزاد نظم میں جذبات کا ایسا بہاؤ پیش کرتی ہیں جو کسی بندش کا محتاج نہیں۔ اس فنی امتزاج سے ان کی شاعری میں تنوع پیدا ہوتا ہے، جو انہیں ایک ہمہ گیر شاعرہ کے طور پر سامنے لاتا ہے۔

ان کے اشعار میں **مکالماتی انداز، استفہامیہ لہجہ، اور دردمندی** ایک مخصوص فنی ماحول پیدا کرتے ہیں۔ یہ اسلوب قاری کو براہِ راست مخاطب کرتا ہے، اور اسے صرف ایک قاری نہیں بلکہ نظم کا فکری حصہ بنا دیتا ہے۔ ان کا کلام محض بیان نہیں بلکہ ایک داخلی گفت و شنید ہے جس میں شاعرہ خود سے، محبوب سے، یا سماج سے سوال کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ **تجسیم کاری** اور **تمثیل نگاری** جیسے فنون کا ہنرمندانہ استعمال ان کے اشعار کو بصری اور علامتی بنا دیتا ہے، جو محض تجربہ نہیں بلکہ ایک منظر بن کر ابھرتے ہیں۔

مجموعی طور پر، فرح ملک کی شاعری کا فنی حسن اس کی فکری سچائی، جذباتی شفافیت، اور اسلوبی مہارت میں مضمر ہے۔ وہ نہ صرف اپنی ذات کی نمائندہ شاعرہ ہیں بلکہ جدید اردو شاعری میں ایک تازہ آواز کے طور پر ابھری ہیں جو قاری کو فنی طور پر بھی متاثر کرتی ہے اور فکری سطح پر بھی جھنجھوڑتی ہے۔ ان کے ہاں شاعری فن سے زیادہ ایک داخلی تجربہ ہے، اور یہی تجربہ انہیں ایک منفرد تخلیقی وجود عطا کرتا ہے۔

حوالہ جات

١. فرح ملک، نہیں رہیں گے، ملتان: سخن سرائے پبلی کیشنز، ۲۰۲۴ء، ص:۳۷

٢. ایضاً، ص:٦٠

٣. ایضاً، ص:۷۷

۴. ایضاً، ص:۷۸

۵. ایضاً، ص:۸۰

٦. ایضاً، ص:۸۲

۷. ایضاً، ص:۸۸

۸. ایضاً، ص:۹۰

۹. ایضاً، ص:۹۳

١٠. ایضاً، ص:۹۷

١١. ایضاً، ص:۹۸

١٢. ایضاً، ص:١٠١

١٣. ایضاً، ص:١٠۴

ماحصل

ماحصل

فرح ملک کی شاعری جدید اردو ادب میں ایک منفرد اور معتبر آواز کے طور پر ابھرتی ہے، جو داخلی جذبات، نسائی شعور، اور سماجی احساس کو فنی شعور اور شعری سادگی کے ساتھ ہم آہنگ کرتی ہے۔ ان کے کلام کا مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ وہ نہ صرف محبت، ہجر، تنہائی، یاد، خواب، جدائی، اور فطرت جیسے روایتی موضوعات کو اپناتی ہیں بلکہ انہیں نئی معنویت، گہرائی، اور فکری بصیرت عطا کرتی ہیں۔ ان کے اشعار میں ذات اور کائنات کا رشتہ، عورت کے داخلی کرب کی شدت، اور زندگی کی ناہمواریوں کے خلاف ایک نرم لیکن مؤثر احتجاج موجود ہے۔

فرح ملک کی شاعری کا اسلوبی اور فنی جائزہ بتاتا ہے کہ وہ سادہ، بے ساختہ، اور روان زبان میں گہرے جذبات اور باریک احساسات کو انتہائی اثر انگیزی کے ساتھ پیش کرنے کا ہنر رکھتی ہیں۔ ان کی شاعری میں جہاں موسیقیت اور صوتی ہم آہنگی پائی جاتی ہے، وہیں تشبیہ، استعارہ، تجسیم، اور تمثیل کا خوبصورت اور متوازن استعمال بھی نظر آتا ہے۔ وہ قافیہ و ردیف کی حدود میں رہ کر بھی داخلی آزادی سے شعر کہتی ہیں، اور آزاد نظم میں بھی داخلی اضطراب اور جذبے کی روانی برقرار رکھتی ہیں۔

ان کے ہاں مکالماتی انداز، استفہامیہ لہجہ، سہل ممتنع، اور درد مندانہ لہجہ شاعری کو محض ذاتی تجربہ نہیں رہنے دیتا بلکہ قاری کو شریکِ احساس کر دیتا ہے۔ وہ عورت کے جذبات، سماجی ناہمواری، اور ذات کے پیچیدہ معاملات کو بھی ایک سادہ مگر پراثر اسلوب میں شعری قالب میں ڈھالتی ہیں۔ ان کی نظم "عورت"، اور اشعار میں بچپن، ماں، گاؤں، فطرت، رشتے، خواب، اور ناکام محبت جیسے تجربات نہ صرف جذباتی صداقت کے حامل ہیں بلکہ فنی اعتبار سے بھی مکمل اور عمدہ مثالیں ہیں۔

مجموعی طور پر، فرح ملک کی شاعری اردو ادب کے اُس جدید تخلیقی شعور کی نمائندہ ہے جو نسائیت، درد مندی، داخلی صداقت، اور سادہ لیکن فکری اسلوب کو یکجا کرتا ہے۔ ان کا کلام اس بات کی دلیل ہے کہ سچائی، خلوص،

اور شعری تجربہ جب فنی سلیقے سے ہم آہنگ ہو جائے تو وہ قاری کے دل و دماغ دونوں پر اثر چھوڑتا ہے۔ ان کی شاعری نئی نسل کی ترجمانی بھی کرتی ہے اور اردو شاعری کی روایات سے جڑ کر ایک نئی فکری سمت بھی فراہم کرتی ہے۔

کتابیات

بنیادی ماخذ

- فرح ملک، نہیں رہیں گے، ملتان: سخن سرائے پبلی کیشنز، ۲۰۲۴ء

ثانوی ماخذ

- ناہید تبسم، ڈاکٹر، جدید اردو شاعرات: تنقیدی مطالعہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2022،
- احمد، نسرین۔ "تارکینِ وطن کی نثر میں تہذیبی یادداشت"، اردو ادب نامہ، شمارہ نمبر 34، 2022۔
- افتخار عارف، خطاب، نیشنل بک فاؤنڈیشن ادبی میلہ، اسلام آباد، 2022۔
- نذیر قیصر، انٹرویو، بی بی سی اردو، لندن، 2021۔
- پاریکھ، رؤف، شخصی اظہار سے اجتماعی کرب تک اردو تنقید، جلد 17، 2022